علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے تمہیں چین جانا پڑے (حدیث نبوی)

فاطمہؓ کا لال

مفتی انتظام اللہ شہابی
اکبر آبادی

شجاعت پبلیکیشنز
نمبر ۹ بلاک ۲ے موہنی روڈ لاہور

فہرست مضامین

بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ (حدیث)

التماس

تاریخ اسلام میں جذبہ ایثار و قربانی، اور حق گوئی و بیباکی کے واقعات میں، "واقعۂ کربلا" کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہے، مرثیہ گویوں اور روضہ خوانوں نے سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت کے واقعہ کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ لیکن بعض عقیدت مند مگر کم عقل اصحاب نے تحقیق اور جستجو سے پہلوتہی کرتے ہوئے اس عظیم واقعہ کو بیان کیا ہے چنانچہ مصنف نے ان غلطیوں کا ازالہ و تلافی کافی حد تک اس کتاب میں کر دی ہے غور و فکر کرنے اور حق کی تلاش کرنے والوں کیلئے اس میں کافی فیض ہے مروجہ "شہادت ناموں" کے طرز پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکمل و صحیح سوانح عمری بیان کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ سیاسی مجاہدات و واقعاتِ شہادت اور اخلاق و اعلیٰ سیرت و فضائل کا کامل (نظم و نثر میں) مرقع پیش کیا ہے ہماری خدا سے یہی التجا ہے کہ وہ ہمیں بھی کلمہ حق کہنے کی ہمت دے اس مقصد عظیم کے لئے اگر ہماری حقیر زندگیاں بھی کام آجائیں تو زندگی کا مقصد پورا اور مشن کی تکمیل ہو جائے گی۔

خدائے عظیم ہمیں اس زریں قول کے مصداق بننے کی توفیق دے

خاکسار
شجاعت عمر خان
ایم اے اردو۔ ایم اے پولیٹیکل سائنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاطمہ کا لال

نام ولقب حضرت امام حسین نام اور ابو عبد اللہ کنیت تھی۔ "سید شباب اہل الجنۃ" لقب مبارک تھا۔

شجرہ طیبہ حضرت حسین بن حضرت علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

ولادت باسعادت سرتاج شہداء روز پنجشنبہ ۵ شعبان سنہ ۴ھ کو بطن حضرت خاتون جنت جناب صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے۔ ولادت با سعادت کی خبر سے سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسہ کو دیکھنے کاشانہ مولا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ "بچے کو دکھاؤ کیا نام رکھا گیا ہے"۔ اور نومولود بچہ کو منگا کر اُس کے کانوں میں آپ نے ہی اذان دی اور تحنیک فرمائی پھر حضرت خاتون جنت کو عقیقہ کرنے اور بچہ کے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا چنانچہ جناب فاطمہ زہرا نے حسب الحکم پدر بزرگوار عقیقہ کیا[1]۔ والدین نے حرب نام رکھا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر حسین رکھا[2]۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۷۷، [2] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بچوں (حسن وحسین) کے وہ نام (اور) رکھتا ہوں جو ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام تھے شبّر اور شبیر[۱]

بچپن

آنجناب نے آغوش جناب سیدہ وحضرت مولا میں پرورش پائی حضور سرورِ عالم کو حضرت حسن وحضرت حسین سے بیحد محبت تھی روزانہ دونوں کے دیکھنے کے لئے حضرت سیدہ کے کاشانہ میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ یہ دونوں نبی زادے بھی آپ سے بیحد مانوس تھے اور آپ سے شوخی سے پیش آتے تھے۔ مگر کبھی ان جگر کے ٹکڑوں کی تنبیہ نہیں فرمائی بلکہ ان کی شوخیاں دیکھ دیکھ کر آپ خوش ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے تو آپ پشت مبارک پر چڑھ کے بیٹھ جاتے کبھی رکوع میں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے کبھی ریش مبارک سے کھیلتے غرضکہ طرح طرح کی سوخیاں جانثار نانا کے ساتھ کرتے۔ آپ پیار ومحبت سے پیش آتے اور ان شوخیوں پر مسکرا دیا کرتے۔

برار بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت امام حسین کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے اور فرماتے تھے "خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اسے دوست رکھ"

ابن ضحاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لعاب دہن مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کا اس طرح چوستے تھے جس طرح سے آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] اسد الغابہ جلد سوم باب حاوسین۔

خطبہ سنا رہے تھے کہ حسن اور حسین آئے اور دونوں سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے بوجہ صغر سنی کے چلتے اور گر پڑتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھالیا اور اپنے آگے بٹھالیا اور فرمایا:۔

صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے اور گر پڑتے ہیں سو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنا کلام قطع کیا اور ان دونوں کو گودی میں اٹھالیا۔ [۱]

فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جس نے حسین کو دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا حسین ایک سبط ہے اسباط میں سے [۲]

حضور فرماتے ہیں "مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى سَيِّدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ" جو شخص سردار جوانانِ اہل بہشت کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو چاہئے کہ حسین بن علی کو دیکھ لے۔

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حضور میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر گیا اتنے میں حضرت حسن آئے انھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے زانو پر بٹھالیا اور پیار کیا پھر حضرت حسین آئے تو انھیں آپ نے اپنے بائیں زانو پر بٹھالیا اور پیار کیا پھر حضرت فاطمہ آئیں انھیں آپ نے اپنے آگے بٹھالیا پھر حضرت علی کو بلایا اس کے بعد (بطور) دعا

---

[۱] ابو داؤد۔ [۲] رواہ الترمذی۔

کے فرمایا۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم	اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلبیت
الرجس اھل البیت ویطھرکم	تم سے رجس کو دور کردے اور تمہیں
تطھیرا ہ	خوب پاک کردے لہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین دونوں مرے پھول ہیں دنیا میں ؎۲

حضرت انس سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے۔" فرمایا حسن اور حسین ؎۲"

انتقال | حضرت حسین کا سن صرف سات برس تھا کہ آپ کے نانا ۲۹ صفر ۱۱ھ کو مرض الموت میں گرفتار ہوئے قیام حضرت میمونہ رضؓ کے گھر میں تھا مرض کی زیادتی پر آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حضرت علی اور حضرت عباس کے سہارے سے اٹھ آئے بخار ایک ہفتہ تک رہا کچھ وقفہ ہو جاتا تو آپ باہر تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے ایک روز فرمایا کہ میں اب دنیا سے رخصت ہوتا ہوں یہ الفاظ سن کر حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ زار زار بے اختیار رونے لگے۔ آپ نے انکو صبر و رضا کی ہدایت فرمائی اور صدیق اکبر کی نسبت اس مجمع میں فرمایا کہ :-

"تم میں ابوبکر صدیق سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا اور مجھ پر فدا ہونے والا ہے۔ اگر میں کوئی دوست انتخاب کرتا تو اسی کو کرتا مگر اسلام نے ایک قریب

لہ اسد الغابہ جلد سوم باب حادیسین (یہ آیت ازواج طاہرات کے متعلق نازل ہوئی) ؎۲ ترمذی

تر اخوت قائم کر دی ہے اب ابوبکر کے سوائے تمام لوگوں کے دروازے جو صحن مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دئے جائیں" اور کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے اس کے بعد آپ اس قدر نڈھال ہوگئے کہ پھر مسجد میں آکر امامت کرنے کے قابل نہ رہے تو حکم دیا کہ ابوبکر سے کہدو کہ وہ امامت کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے کسی خیال سے تامل کیا تھوڑی دیر بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کا حکم پہنچا دیا گیا ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں اور روتے بہت ہیں انکی آواز جماعت تک نہ پہنچ سکے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی سے فرمایا کہ وہ حکم پہنچا دیا جائے مگر عائشہ صدیقہ نے پھر قدرے تامل کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر غصہ کی آواز سے اسی حکم کا اعادہ فرمایا۔ اب آپ کا حکم پہنچا دیا گیا اور اس وقت کے بعد ابوبکر صدیق امامت کرتے رہے۔ ایک وقت کسی وجہ سے صدیق اکبر نماز میں حاضر نہ ہو سکے اور عمر فاروق امامت کے لئے کھڑے کر دئے گئے آپ نے جب بلند آواز سے تکبیر کہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہ چاہیئے ابوبکر کو ہی امامت کرنی چاہیے ؎

یکشنبہ کی رات گیارہ ربیع الاول کو آپ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اخیر وقت میں جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ پہلی امتوں نے اپنے نبیوں کی قبرو

؎ قیس بن عبادہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم چند روز تک سخت بیمار رہے جب ان دنوں میں آنحضرت صلعم کو نماز کی اطلاع دیجاتی تو آپ یہی فرماتے کہ ابوبکر کو کہو نماز پڑھائیں جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی اور میں نے جنازہ تک غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ نماز اسلام کی ایک بہت بڑی نشانی ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے لہذا ہم نے اپنی دنیا کیلئے بھی آپ ہی کو پسند کیا جبکہ آنحضرت صلعم نے آپکو ہمارے دین کیلئے پسند کیا (اخرجہ ابو عمر و فی الاستیعاب

کو سجدہ گاہ بنالیا تھا تمھیں اے مسلمانوں ایسا نہ کرنا چاہیئے یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جو اپنے نبیوں کی قبروں کی پرستش کرتے ہیں اے خداوند مری قبر مرے بعد بت نہ بنائی جائے۔"

جو کچھ نقد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا وہ سب خیرات کر دیا گیا تھا اور جو کچھ تھا وہ مسلمانوں کو دیدیا حتیٰ کہ رات کو چراغ کے واسطے تیل کی ضرورت ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک پڑوسی سے ادھار مانگ کر کام چلایا۔ ۱۲ ربیع الاول کو صبح حضرت علی مکان سے باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں حضرت عباس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ خدا کی قسم تم تین دن کے بعد غلامی کروگے۔ کیونکہ موت کے وقت فرزندان عبد المطلب کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے خلافت کے لئے تم پوچھ لو آپ نے کہا کہ اگر انکار کر دیا تو آئندہ کوئی امید نہیں [۱]

دو شنبہ کے روز تیسرے پہر کو ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں حضور رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ اس حادثہ جانکاہ سے تمام مسلمانوں پر سخت رنج دہ اثر پڑا حضرت عمر فاروق بیحال تھے حضرت صدیق اکبر اپنے گھر سے اٹھ کر آئے اور اپنے محبوب جناب رسالتمآب کے چہرہ اقدس سے چادر کا پلہ اٹھا کر اور جھک کر چہرہ کو بوسہ دیا اور یہ کہا کہ تو زندہ بھی شیریں تھا اور مر کر بھی شیریں ہے اے مرے دوست اے مری محبوب تو مر چکا تو مجھ کو ماں اور باپ سے بھی زیادہ عزیز ہے خدائے پاک تجھ کو دو موتوں کا دکھ نہ دے گا۔ یہ کہکر آپ مسجد نبوی میں آئے اور فرمایا:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ — اور محمد ایک رسول ہی تو ہے اس سے

---

[۱] تجرید بخاری صفحہ ۴۸۱

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

پہلے جسقدر رسول ہوئے سب گذر چکے اگر وہ بھی مر گئے یا قتل کئے گئے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

اس کے بعد آپ نے یہ کہا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پرستار ہے وہ سمجھ لے کہ وہ فوت ہو چکے اور جو خدا کا پرستار ہے وہ سمجھ لے کہ خدا حی و قیوم ہے وہ کبھی نہیں مرتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار پیچھے چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کوئی اور شے سوائے ایک سفید خچر۔ چند ہتیار اور زمین (فدک) کے جس کو مسافروں کے واسطے وقف فرما دیا۔ [1]

اجلہ صحابہ ابوبکر و عمر و اہلبیت وغیرہ غسل و تجہیز و تکفین کی فکر میں تھے۔ بنو ہاشم نے حضرت فاطمہ کے مکان میں انتخاب خلیفہ کے واسطے مجمع کیا جس میں حضرت زبیر اور حضرت علی شامل تھے بلکہ حضرت زبیر نے تلوار کھینچ لی اور یہ کہتے پھرے کہ جبتک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے گی میں تلوار کو میان میں نہ ڈالونگا [2] ان کے علاوہ عقبہ بن ابی لہب۔ خالد بن سعید بن العاص رض حضرت مقداد بن عمرو رض سلمان فارسی رض۔ ابی ذر رض۔ عمار بن یاسر رض۔ برار بن عازب رض۔ ابی بن الکعب رض یہ سب حضرت علی کے طرف دار تھے [3]

مسند ابو یعلی میں حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعۃً دیوار کے پیچھے سے ایک آدمی نے آواز دی کہ اے ابن الخطاب باہر آؤ میں نے جواب دیا کہ جاؤ اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

[1] بخاری و نسائی (عن عمرو بن حارث) [2] تاریخ طبری صفحہ ۱۸۲ [3] ابی الفدا صفحہ ۲۰۵۔

میں مشغول ہیں اور کسی طرف خیال نہیں کر سکتے اس لئے جواب دیا کہ ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا ہے جس سے سخت فساد کا اندیشہ ہے یعنی سقیفہ ساعدہ میں انصار جمع ہو کر کچھ تجویزیں کر رہے ہیں جس سے لڑائی چھڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ تب میں نے ابوبکر سے کہا کہ چلو۔ تب ابوبکر۔ عمر اور ابو عبیدہ بن جراح جلد سے جلد وہاں پہونچ گئے۔ مگر حضرت علی اور زبیر وہاں نہیں پہنچے۔

حضرت عمر نے سب سے پہلے مجمع میں تقریر کرنی چاہی مگر آپ کے جوش کا خیال کر کے حضرت ابوبکرؓ نے انکو پیچھے ہٹایا اور خود لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ اے اہل مدینہ جو کچھ بھی آپ اپنی فضیلت کی بابتہ کہو سب سچ ہے مگر یاد رکھو کُل اقوام عرب سوائے قریش کے اور کسی قوم کے فرد کو اپنا سردار واحد ماننے پر متفق نہ ہوں گے ہم امیر ہیں اور آپ ہمارے وزیر، انصار نے جوش سے چلا کر کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا ایک شخص انصار میں سے بولا کہ ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہیے دوسرا قریش میں سےؐ ابوبکر صدیق نے حلم اور نرمی سے اس کا جواب دیا اور فرمایا کہ عمرؓ اور ابو عبیدہ جو خلافت کے قابل ترین معلوم ہوتے ہیں اُن میں سے ایک کو منتخب کر لو اور انکے ہاتھ پر بیعت کرو حضرت عمر نے کہا نہیں کیا آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام نہیں بنایا تھا تو ہمارا مالک ہے ہم تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہی سب سے زیادہ محبوب تھا۔ یہ کہکر عمر فاروق نے اپنا ہاتھ ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر مار کر بیعت کرنا چاہی مگر ایک انصاری نے پیشقدمی کی اس کے بعد آپ سلئے

مدینہ میں دو گروہ متقدر تھے مہاجرین و انصار۔ مہاجرین کے پیشوا ابوبکر صدیق تھے اور انصار کے رئیس سعد بن عبادہ تھے۔ بنی ہاشم و بنی امیہ میں سے کوئی ان کے برابر نہ تھا۔

ؐ حاکم سنہ ۵۴ اخرجہ احمد (ازالۃ الخفا حصہ اول صفحہ ۱۴۸)

بیعت کی۔[۵] مجمع میں سے کسی نے اور کسی فرد کا نام خلافت کے لئے پیش تک کیا بلکہ تمام حاضرین نے متفقاً بلا اختلاف احدے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔

شام کا وقت ہو گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے کر جنازہ پڑھ لیا گیا علی الصباح لوگ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ حضرت عمر نے مجمع کو مخاطب کر کے وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنی غلطی کا اظہار کیا اور کہا کہ کتاب اللہ کامل ہے تمام دینی مسائل میں سچی رہنما ہے۔ سب کو اس کی پیروی کرنی چاہیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کی طرف چلے گئے۔ اور خدا نے اپنے علم اور حکمت کاملہ سے تمھاری قسمت کو ابوبکر کے ہاتھ میں دیدیا جو ہم سب سے زیادہ قابل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ پیارا ہے اور جو غار ثور کے دو نفوس میں سے ایک ہے اس لئے اٹھو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ تب سب اٹھے اور یکے بعد دیگرے ہر ایک نے صدق دل سے بلا کسی اختلاف کے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی یہ بیعت کرنیوالے تینتیس ۳۳ ہزار نفوس قدسیہ تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق منبر پر کھڑے ہوئے اور شرفائے قوم میں حضرت علی مرتضیٰ کو نہ پایا تو انکی بابت دریافت کیا چند انصار جا کر ان کو ہمراہ لائے تب ابوبکر صدیق نے کہا اے رسول خدا کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد کیا تم مسلمانوں کی جماعت کو متفرق کیا چاہتے ہو انھوں نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرزنش نہ کیجئے اور بیعت کر لی۔ اسی طرح زبیر بن العوام کو حاضر نہ پایا تو ان کی بابتہ بھی دریافت کیا اور لوگ ان کو لے آئے اس وقت ابوبکر صدیق نے کہا اے رسول خدا کے پھوپی زاد بھائی اور ان کے حواری کیا تم سلمانوں

[۵] ازالۃ الخفا صفحہ ۱۳۹

کی جماعت میں تفریق ڈالتے ہوانھوں نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول سرزنش نہ کیجئے اور بیعت کرلی۔ اس کے بعد خطبہ دیا گیا۔

تاریخ الخلفا میں بروایت مسلم موسی بن عقبہ اور حاکم مع تصحیح عبدالرحمن بن عوف رض سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق نے خطبہ میں فرمایا قسم ہے اللہ کی میں امارت پر حریص شب و روز میں کبھی نہ تھا اور نہ کبھی میں اس کی طرف راغب ہوا نہ میں نے کبھی ظاہر اور پوشیدہ اس کے لئے اللہ سے دعا کی مگر فتنہ سے ڈر کر میں نے امر خلافت کو قبول کیا اور مجھ کو اس خلافت میں کوئی آرام نہیں ہے مری گردن میں ایسے بڑے امر عظیم کا قلاوہ ڈالا گیا ہے کہ میں اسکی طاقت اور قوت نہیں رکھتا تھا مگر محض اللہ کی دی ہوئی قوت کے ساتھ۔

فقال علی والزبیر ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورة وانا نری ابابکر احق الناس بہا انہ بصاحب الغار وانا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلعم بالصلواۃ بالناس	حضرت علی رض و حضرت زبیر رض نے فرمایا کہ ہمارا آپ کی طرف غصہ اس بنا پر نہ تھا کہ آپ خلافت کے حقدار نہیں ہم کو فقط اس بات کا رنج تھا کہ وقت مشورہ خلافت ہمکو کیوں نہ شریک کیا گیا ورنہ ہم ابوبکر کو سب سے زیادہ حقدار خلافت جانتے ہیں۔ سو اسطے

کہ وہ رفیق غار اور جو کچھ بزرگی اور بھلائی اللہ نے انھیں دی ہے ہم اسے خوب پہچانتے ہیں وہی ہیں کہ اخیر وقت میں رسول اللہ صلعم نے انکو لوگوں کا امام نماز بنایا تھا۔

واخرج ابن اسحاق وابن عابد فی مغازیہ عن رافع الطائی

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا (بار امارت اٹھانے کے متعلق) میں نے اس سے جب کوئی چارہ نہ پایا مجبوراً اختیار کیا اور میں ڈرا کہ امت مرحومہ محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تفرقہ نہ پڑ جائے۔

نماز اور خطبہ سے فارغ ہو کر صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۂ حضرت عائشہ میں دفن کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

عہدِ خلفائے راشدین

بعد جناب سرور کائنات تمام عرب ایک بار باغی اور کثیر حصہ مرتد ہو گیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے ان کو پھر رام کیا اور یہ لوگ صدق دل سے مطیع اور مرید ہو گئے اپنے عہد خلافت میں شاہان روم و ایران کے مقابلہ پر فتوحات حاصل کیں۔ دین اور اخلاق کے لحاظ سے تمام صحابہ کرام آپ کو صدق دل سے اپنا پیشوا اور سردار مانتے تھے اور نہایت عزت کرتے تھے اپنی گذران اور معاشرت میں شاہ عرب ہوتے ہوئے سوداگری کا مال کاندھے پر اٹھائے مدینہ کی گلیوں میں پھیری لگاتے تھے اخیر میں بیت المال سے خفیف سا روزینہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کے اعلیٰ مشیر عمر۔ علی۔ ابوعبیدہ۔ عثمان زید بن ثابت

نوٹ :- صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱ حضرت عروہ سے جو روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے باغ فدک طلب کیا اور خلیفہ اول نے کہا حضور نے کہا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اس پر آپ رنجیدہ ہو گئیں اور چھ ماہ تک ابوبکرؓ سے بات نہ کی بعد وصال کر گئیں اور حضرت علی بھی گھر میں ہی بیٹھ رہے بیعت خلافت نہ کی سیدہ کے وفات کے بعد لوگوں نے آپ سے اعراض کرنا شروع کیا اور لوگوں میں وجاہت کم ہونے لگی اس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لی یہ طویل حدیث کا خلاصہ ہے اس حدیث کی سند میں عقیل بن خالد زہری اور لیث ہے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام احمد اور یحییٰ بن قطان کے نزدیک جو نقاد حدیث ہیں عقیل بن خالد ضعیف الحدیث ہیں۔

تھے۔ آپ نے اپنے بعد کے لئے حضرت عمر کو خلیفہ بذریعہ تحریری وصیت نامہ کے تجویز کیا جس کو تمام صحابہ نے بلکہ عام مسلمانوں نے بھی منظور کیا۔ غرضکہ ۶۳ سال کی عمر پاکر جمادی الثانی ۱۳ھ کو بعد فتح دمشق وفات پائی۔

بعد وفات حضرت ابوبکر کے حضرت عمر نے خطبہ خلافت دیا کسی موقعہ پر یہ فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ کوئی شخص مجھ سے بہتر خلافت کر سکتا ہے تو میں خلافت اس کو تفویض کر دیتا اور اگر میری گردن ماری جاتی تب بھی میں خلافت کے منصب پر قدم نہ رکھتا۔ (عن سالم بن عبداللہ بن عمر) [1]

اس کے بعد سے فرائض خلافت کی انجام دہی میں لگ گئے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت امام حسین کی ۱/۲ ۹ برس کی تھی۔ حضرت عمر حضرت حسین پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے اور قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا لحاظ رکھتے تھے چنانچہ جب بدری صحابہ کے لڑکوں کا دو دو ہزار وظیفہ مقرر کیا تو حضرت حسین کا محض قرابت رسول کو لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار کیا۔ [2]

آپ کسی چیز میں بھی حضرت حسین کی ذات گرامی کو نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے ایک مرتبہ یمن سے بہت سے حلے آئے حضرت عمر نے تمام صحابہ میں تقسیم کئے آپ قبر اور منبر نبوی کے درمیان تشریف فرما تھے لوگ ان حلوں کو پہن پہن کر شکریہ کے طور پر آکر سلام کرتے تھے اسی دوران میں حضرت حسن و حسین حضرت فاطمہ کے گھر سے نکلے آپ کا گھر مسجد کے درمیان میں تھا۔ حضرت عمر کی نظر ان دونوں پر پڑی تو ان کے

[1] موطائے امام محمد

[2] فتوح البلدان بلاذری ذکر عطائے عمر بن الخطاب : سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۱۴۳)

جسموں پر حلے نظر نہ آئے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کی جبین عدالت پر شکن پڑ گئی لوگوں سے کہا کہ مجھے تمھیں حلے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی انھوں نے پوچھا امیر المومنین یہ کیوں فرمایا اس لئے کہ ان دونوں صاحبزادوں کے جسم حلوں سے خالی ہیں اس کے بعد فوراً حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ جلد سے جلد دو حلے بھیجو اور حلے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنانے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے خوشی ہوئی۔[۱]

حضرت عمر حسنین کو اپنے صاحبزادہ عبداللہ سے بھی جو عمر اور ذاتی فضل و کمال میں اجلہ صحابہ سے تھے ان دونوں کو ان سے زیادہ فایق مانتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ منبر نبوی پر خطبہ دے رہے تھے کہ امام حسینؑ آئے اور منبر پر چڑھ کر کہا کہ مرے باپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔ حضرت عمر نے اس طفلانہ شوخی پر فرمایا کہ مرے باپ کے تو کوئی منبر ہی نہ تھا اور انھیں اپنے پاس بٹھالیا۔ خطبہ تمام کرنے کے بعد انھیں اپنے ساتھ گھر لیتے گئے۔ راستہ میں پوچھا کہ یہ تم کو کس نے سکھایا تھا بولے واللہ کسی نے نہیں۔ پھر فرمایا کبھی کبھی مرے پاس آیا کرو چنانچہ اس ارشاد کے مطابق ایک مرتبہ حسین ان کے پاس گئے اس وقت حضرت عمر معاویہ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کر رہے تھے اور ابن عمر دروازہ پر کھڑے تھے حسینؑ بھی انھیں کے پاس کھڑے ہو گئے اور بغیر ملے ہوئے انھیں کے ساتھ واپس چلے گئے اس کے بعد جب حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا تم آئے کیوں نہیں انھوں نے جواب دیا امیر المومنین میں حاضر ہوا تھا مگر آپ معاویہ سے گفتگو میں مشغول تھے۔ اس لئے عبداللہ کے ساتھ کھڑا رہا پھر انھیں کے ساتھ لوٹ گیا۔ فرمایا تم

[۱] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۱۴۴ (ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۲۱)

کو ان کا ساتھ دینے کی ضرورت نہ تھی تم ان سے زیادہ حقدار ہو جو کچھ ہماری عزت ہے وہ خدا کے بعد تم ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے[۱]۔

اہلبیت سے زیادہ تعلقات قائم کرنے کے لئے حضرت عمر نے ۱۷ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ زہرا سے چالیس ہزار درہم مہر پر عقد کیا۔

آپ خلافت کے ہر امر میں حضرت علی سے ضرور مشورہ لیا کرتے تھے حتیٰ کہ نہاوند کے معرکہ میں آپ کو سپہ سالار بھی بنانا چاہتے تھے مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا بیت المقدس کو جاتے وقت کاروبار خلافت حضرت علی کے ہی سپرد کر گئے تھے۔ دس سال چھ ماہ خلافت کے کام کو انجام دیا۔ آپ کے ممالک مقبوضہ کا رقبہ ۲۲ لاکھ ۵۱ ہزار مربع میل تھا[۲]۔

ایک مجوسی غلام فیروز نامی نے اپنے مالک کے خلاف عمر فاروق کی خدمت میں شکایت پیش کی آپ نے سماعت فرما کر غلام کے خلاف فیصلہ دیا غلام نے آپ کے فیصلہ سے ناراض ہو کر آپ کے مارڈالنے کا ارادہ کر لیا ایک دن جب آپ نماز میں مصروف تھے اس بدذات نے پے در پے خنجر سے تین وار کئے بھاگتے ہوئے تیرہ اور مومنوں کو جو اسے پکڑنے کے لئے دوڑے زخمی کر گیا جن میں سے نو شہید ہو گئے اور آخر میں اس نے اپنے ہی خنجر مار کر خودکشی کر لی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کسی خاص شخص کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ مرتے وقت چھ اشخاص میں دائر چھوڑ گئے (۱) علی مرتضیٰ۔ عثمان غنی۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن عمر،

---

[۱] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۱۴۴ (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۵) [۲] شمس التواریخ صفحہ ۱۶۷۔

شامل تھے۔ آخرش بعمر ستر سال حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت علی نے صبر جمیل کہا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت عثمان کی خلافت میں بنو امیہ ممتاز عہدوں پر فائز ہوئے آپ کا چچا حکم جس کو مسلمانوں کی غداری کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کر دیا تھا جو خلیفہ اول و دوم کے زمانہ میں نہ آسکا تھا وہ بلا لیا گیا۔ اور خزانہ عامرہ سے ایک لاکھ درہم بھی اس کو بخشدئے۔ پھر اس کے بیٹے مروان کو اپنا داماد بنا کر اپنا میر منشی قرار دیا۔ مہر خلافت بھی اس کے ہی سپرد کر دی گئی۔ اور عمرو بن عاص کو معزول کر کے اپنے سوتیلے بھائی عبد اللہ بن سعد کو مصر کا گورنر کیا یہ وہی کاتب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو وحی الٰہی میں دخل دینے کی وجہ سے نکالدیا گیا تھا۔ پھر ایک اور بھائی سعد بن عاص جو مشتبہ چلن کا فرد تھا وہ کوفہ میں حاکم مقرر کیا گیا۔ حاکم شام امیر معاویہ تھے ان کے مراتب میں اضافہ کیا گیا۔ عمال بنی امیہ کے ساتھ مراعات جو برتی گئیں تو تشدد انھوں نے شروع کیا۔ ادہر عبد اللہ بن سبا یہودی زادے نے سازشیں کرنا شروع کیں جس سے عالم اسلامی میں طوفان بے تمیزی مچنا شروع ہوا۔ آخرش اہل کوفہ نے سعد بن عاص کے خلاف بغاوت کر کے اس کے بجائے مالک اشتر نخعی کو اپنا سردار بنایا۔ حضرت عثمان نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر بنا کر بھیجدیا۔ یمن۔ بصرہ۔ اور مصر میں عمال بنی امیہ کی بد اعمالی کی وجہ سے عام شورش پیدا ہو گئی۔ جناب علی کرم اللہ وجہہ کی سفارش پر عبد اللہ بن سعد کو معزول کر کے اس کی جگہ حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا آپ کے تقرر سے مصر کا فتنہ ایک حد تک فرو ہو گیا مگر

؎ اسد الغابہ

مروان بن حکم نے جو خلیفہ کا وزیر بنا ہوا تھا اس نے خلیفہ کی طرف سے اور خلیفہ کی مہر لگا کر ایک خط دے کر قاصد کو عبداللہ بن سعد کی طرف دوڑایا کہ جب حضرت محمد بن ابی بکر پہنچے تو اس کو قید کرنا یا قتل کر دینا۔ یہ راستہ میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا۔ اور پھر وہ راستہ سے معہ ہمراہیوں کے مدینہ لوٹ آئے اور حضرت علی۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر کو وہ خط دکھایا گیا اور یہ معاملہ خلیفہ سوم کے سامنے پیش کیا گیا اور باور کرایا گیا کہ یہ فتنہ مروان کا ہی ہے اور کوفی اور مصریوں نے یہ چاہا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے مگر حضرت عثمان نے اس کے دینے سے انکار کر دیا آخر ش مفسدوں نے جمع ہو کر مکان کا محاصرہ کر لیا اور کئی دن تک دانہ پانی بند کر رکھا۔ حضرت علی نے اپنے پسران حضرت امام حسن اور امام حسین اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر نے اپنے صاحبزادوں کو خلیفہ سوم کی حفاظت و امداد پر مامور کر دیا مفسدوں نے پھر حضرت عثمان سے یہ مطالبہ کیا کہ خلافت سے آپ دستبردار ہوں یا مروان کو ہمارے حوالہ کریں مگر آپ نے کسی بات کو منظور نہ فرمایا آخر ش بدبخت مصری اور کوفیوں نے مکان کے پیچھے سے داخل ہو کر حضرت عثمان غنی کو کلام مجید پڑھتے ہوئے شہید کر دیا اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت طلحہ و حضرت زبیر نے خلافت کے واسطے تجویز کیا[۱] مگر آپ انکار کرتے رہے[۲]۔ آخر ش مہاجرین و انصار موجود مدینہ کی رائے سے آپ خلیفہ چہارم قرار پائے آپ نے خطبہ خلافت پڑھا[۳]۔ اس کے بعد حضرت عثمان کے قصاص کا معاملہ پیش آیا آپ نے مروان کو بلوایا وہ فرار ہو چکا تھا۔ حضرت نائلہ زوجہ حضرت عثمان دو نامعلوم الاسم شخصوں کو

۵۱ ابو الفدا و ابن خلدون و روضۃ الاحباب۔ ۵۲ طبری۔ ۵۳ ابن اثیر

بتلایا آپ نے تحقیقات کے مکمل ہونے اور مجرم کے پکڑے جانے تک صبر کرنا جب سمجھا حضرت طلحہ و زبیر نے بصرہ و کوفہ جانے کی اجازت لی آپ نے ان کو روکا بھی وہ نہ رکے اور مدینہ روانہ ہو گئے ادہر حضرت علی مرتضیٰ نے خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عثمان کے گورنروں کو معزول کرنا شروع کیا حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ صلاح دی کہ آپ ابھی معاویہ کو حکومت شام سے موقوف نہ کریں اگر انھوں نے بیعت کرلی تو پھر آپ جس کو معزول کرنا چاہیں گے کچھ دقت نہ ہوگی حضرت علی مرتضیٰ نے کہا قسم بخدا ہیں تو اس کو تلوار سے جواب دوں گا پھر امیر معاویہ کو آپ نے اپنی بیعت کے متعلق یہ نامہ لکھا :-

اما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمتک وانت بالشام فانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم علیٰ ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار و لا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فاذا اجتمعوا علیٰ رجل و سموہ اماما کان للہ رضا فان خرج منہم خارج لطعن او بدعۃ ردوہ الیٰ ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین و ولاہ اللہ ما تولیٰ واصلاہ جھنم و ساءت مصیراً۔ (نہج البلاغت جلد دوم صفحہ ۸۔)

(ترجمہ) اے معاویہ میری بیعت تمھارے اوپر لازم ہوگئی جب تم شام میں تھے اس واسطے کہ مجھ سے وہ لوگ بیعت کر چکے تھے جنھوں نے ابوبکر و عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی اور انھیں شرطوں پر بیعت کر چکے تھے جن

سہ۱ سوانح عمری علی مرتضیٰ صفحہ ۹۔

شرطوں پر خلفائے ثلثہ سے بیعت کی تھی اوؔر ایسی بیعت تھی کہ کبھی کو حاضرین میں سے اسکی مخالفت کا اختیار تھا اور نہ کسی غیر حاضر کو جو اس وقت غائب تھا اس کے رد کرنے کا مجاز تھا اسواسطے کہ اصحاب شوریٰ مہاجرین اور انصار ہیں جس کو وہ امام بنالیں اور اس کی امامت پر اجماع کرلیں انکا اجماع مرضیٰ خدا کے موافق ہوتا ہے لہذا جو کوئی کسی طعنہ یا بدعت کی تہمت کے ساتھ اس اجماع سے خروج کرے اس کو چاہیے کہ جبراً اس اجماع کی طرف بلاویں اور اگر وہ انکار کرے تو بوجہ مخالفت کرنے اس شخص کے سبیل مومنین سے اس کو قتل کردو اور بوجہ اس مخالفت کے پھیر دیگا اس کو اللہ اس گمراہی کی طرف جس گمراہی کی طرف اس نے پھرنے کا ارادہ کیا ہے اور پہنچاوے گا اسکو جہنم میں جو برا ٹھکانہ ہے۔"

اس کے بعد آپ نے شروع ۳۶ھ میں تمام بلادِ اسلامی میں اپنے گورنر مقرر کر کے روانہ کئے جو حسب ذیل ہیں:۔

عبیداللہ بن عباس	یمن	بنی ہاشم میں سے یہ حضرت علی کے چچا زاد بھائی تھے۔
سعید بن عباس	بحرین	〃
سماحہ بن عباس	تہامہ	〃
عون بن عباس	یمامہ	〃
قثم بن عباس	مکہ	〃
قیس بن سعد	مصر	انصار
عثمان بن حنیف	بصرہ	〃

عمارہ بن ہشام	کوفہ	مہاجر
سہل بن حنیف	شام [1]	انصار

حضرت طلحہ و زبیرؓ و حضرت عائشہ سے اور جناب امیر سے جنگ جمل ہوئی جس کے آخر میں حضرت طلحہ و حضرت زبیر کام آئے [2]۔ اور حضرت عائشہ واپس مدینہ ہوئیں اس کے بعد ۳۷ھ میں امیر معاویہ اور آپ میں جنگ صفین واقع ہوئی۔ جناب امیر کے بھائی جناب عقیل بن ابی طالب امیر معاویہ کے پاس چلے گئے تھے۔ غرضکہ امیر معاویہ کو شکست ہونے کو تھی کہ جناب عمرو بن عاص کی تجویز سے قرآن نیزوں سے باندھ کر بلند کیا گیا اس پر جناب مولا کے لشکر نے لڑنے سے انکار کیا [3]۔ اور معاملہ دو ثالثوں عمرو بن عاص منجانب امیر معاویہ اور ابو موسیٰ اشعری منجانب مولا علی کے سپرد ہوا۔ عمرو بن عاص نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر جناب مولا کو معزول کیا اور امیر معاویہ کو خلیفہ بنا دیا یہ واقعہ دومۃ الجندل میں ہوا [4]۔ شیعی لشکر میں سے ایک گروہ الگ ہو کر نہروان چلا گیا۔ جو خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کی جناب مولا نے اچھی طرح سرکوبی کر دی جو بچ رہے وہ روپوش ہو گئے۔ اس کے بعد جناب مولا اور امیر معاویہ میں خانہ جنگی بپا رہی آخر ش ۴۰ھ میں صلح کر لی گئی شام کا علاقہ امیر معاویہ کو ملا عراق امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتظام میں رہا [5]۔

آپکے سابق جانثاروں میں سے تین آدمیوں نے طے کیا کہ حضرت مولا کو اور امیر معاویہ کو اور عمرو بن عاص کو ایک دن ختم کر دیا جائے چنانچہ امیر معاویہ بچ گئے

[1] سوانح عمری علی مرتضیٰ صفحہ ۱۹۰۔ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ مناقب طلحہ و زبیر۔ [3] طبری صفحہ ۳۳۲۰۔
[4] اخبار الطوال ۲۱۲ صفحہ ۲۲۴ [5] ابن اثیر جلد ۳۔

عمرو بن عاص کے سخت زخم آیا اور مولا علی کے ایسا زخم لگا کہ آپ جانبر نہ ہو سکے بعض ہوا خواہوں نے آپ سے حضرت حسن کی آیندہ جانشینی اور خلافت کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ نہ میں حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں[ف۱]۔

ابن ملجم کو گرفتار کر کے امیر المومنین علیہ السلام کے روبرو حاضر کیا آپ نے آنکھ کھولکر دیکھا امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا کہ دشمن خدا و رسول گرفتار کر کے لایا گیا ہے آپ نے ابن ملجم سے کہا اے شخص تو نے یہ بڑا کام کیا میں تیرے حق میں برا امام تھا جس کا بدلہ تو نے یہ کیا۔ کیا میں تجھ پر مہربان نہ تھا تیرے ساتھ میں اوروں سے زیادہ احسان کیا کرتا تھا اور انعام دیا کرتا تھا[ف۲]۔

امام حسنؑ سے فرمایا اس قیدی کے ساتھ نرمی اور رحم اور شفقت کرنا نہج البلاغتہ صفحہ ۱۳ میں ہے کہ ابن ملجم سے یہ وصیت کی۔

"کل میں تمہارا صاحب اور رفیق تھا اور آج تمہارے لئے عبرت ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤنگا اگر میں زندہ رہوں تو اپنے خون کا آپ مالک ہوں اور اگر مر جاؤں تو فنا ایک مقررہ بات ہے اگر اپنا خون معاف کر دوں تو وہ میرے لئے تقرب الٰہی اور تمھارے لئے حسنہ ہے اسلئے تم معاف کر دو کیا تم اس بات کو دوست نہیں رکھتے کہ خدا تعالٰی تمھاری مغفرت کرے"۔

دنیا سے حلیم۔ رحیم۔ زاہد۔ عابد۔ فیاض۔ سخی۔ شجاع۔ چار سال نو ماہ خلافت کے کام انجام دیکر تریسٹھ سال کی عمر پاکر دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما گئے[۱۱] آپ کے بعد حضرت حسنؑ عام انتخاب سے خلیفہ مقرر کئے گئے۔ امیر معاویہ نے فوج کثیر کے

ف۱ مسعودی جلد ۲ صفحہ ۳۶۳۔ ف۲۔ ناسخ التواریخ جلد سوم صفحہ ۲۶۸۔

ساتھ عراق پر حملہ کر دیا۔ ادھر حضرت حسنؓ نے قیس کے ماتحت ایک فوج اس کے مقابلہ پر روانہ کر دی اور خود باقی فوج کے ساتھ (مدین) کوفہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت حسنؓ طبعاً جنگ و فساد سے نفرت کرتے اور صلح و امن کو پسند فرماتے تھے ساتھ ہی ایک جھوٹی خبر مشہور ہو گئی کہ قیس شہید ہو گئے حضراتِ عراق کی تلوّن مزاجی اور بے اعتباری بھی بار بار تجربہ میں آچکی تھی اس لئے شوال ۴۱ھ میں آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر کے خلافت سے دستبرداری کر لی اور خطبہ دستبرداری کا یہ دیا کہ :۔

"اے لوگو! ہم تمہارے سردار اور ہم تمہارے نبیؐ کے اہلبیت سے ہیں جن سے اللہ نے ناپاکی کو دُور کر دیا ہے اور انہیں خوب پاک کر دیا ہے"۔

اس کلمہ کو کئی مرتبہ کہا یہاں تک کہ سب لوگ رونے لگے اور ان کے رونے کی آواز کانوں میں آئی جب حضرت معاویہ کوفہ پہونچے لوگوں نے ان سے بیعت کی عمرو بن عاص نے امیر معاویہ سے کہا کہ آپ حضرت حسنؓ سے کہیے کہ خطبہ پڑھیں۔ امیر معاویہ نے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں عمرو بن عاص نے بہت اصرار کیا تو امیر معاویہ نے آپ سے کہا کہ خطبہ میں ہمارے اور تمہارے واقعات جو گزرے ہیں ان کو ظاہر کر دیجئے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا :۔

"اے لوگو اللہ نے تمہیں ہمارے اگلے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے ہدایت کی اور ہمارے پچھلے کے (یعنی میرے) ذریعہ سے تمہاری جانوں کی حفاظت کی آگاہ رہو سب سے زیادہ عقلمندی پرہیزگاری ہے اور سب سے زیادہ بیوقوفی بدکاری ہے اور یہ معاملہ جس کے متعلق ہمارے اور معاویہ کے درمیان میں اختلاف ہوا یا تو وہ مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں اور یا یہ میرا حق ہے جو میں نے اللہ عزوجل

کے لئے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے لئے اور تمھاری جانوں کی محافظت کے لئے ترک کر دیا۔" پھر امیر معاویہ کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا:۔

وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔

میں نہیں جانتا شاید یہ تمھارے لئے فتنہ ہو اور ایک وقت خاص تک تمھارے لئے فائدہ ہو۔

تو امیر معاویہ نے آپ سے کہا کہ اب منبر سے اتر آیئے اور عمرو بن عاص سے کہا کہ تمھارا یہی مقصود تھا۔[۵]

اس واقعہ کے دس سال بعد آپ کی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپکو زہر دیا چالیس دن تک تکالیف میں مبتلا رہکر ۵۱ھ کو وصال فرمایا[۱] جسب وصیت حضرت حسین ؑ حضرت عائشہ صدیقہ رض کے پاس گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے قریب جگہ دی جائے آپ نے فرمایا مجھے بخوشی منظور ہے[۲] جب مروان و بنی امیہ کو خبر لگی انھوں نے سخت مزاحمت کی[۳] آخرش جنۃ البقیع میں دفن کئے گئے[۴] اور امیر معاویہ بلاشرکت غیرے حکومت کر رہے تھے۔ ۵۶ھ میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین قرار دیا[۵]۔ اور اہل شام و عراق سے بیعت لی یہاں سے مطمئن ہو کر امیر معاویہ نے مروان بن الحکم جو گورنر مدینہ تھا۔ اس کو لکھا کہ اہل حجاز سے بھی یزید کے لئے بیعت لو حضرت حسین بن علی۔ عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر نے بیعت سے انکار کر دیا ان بزرگوں کی دیکھا دیکھی سارے حجازیوں نے بیعت سے انکار کر دیا۔

۱ؔ اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۱۹-۲۱۔ ۲ؔ مروج الذہب مسعودی جلد صفحہ ۳۸۰

۳ؔ ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۳۰۳ ۴ؔ اخبار الطوال صفحہ ۲۲۴۔ ۵ؔ ابن اثیر جلد سوم ۲۵۲۔

امیر معاویہ کو بیعت کے انکار کی خبر پہنچی تو خود ایک ہزار کی جمعیت کو جلو میں لیکر خود حجاز پہونچے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے مذکورہ چار بزرگوں کے سارے حجازیوں نے بیعت کر لی۔ ان بزرگوں کو بہت کچھ ڈرایا دھمکایا مگر یہ لوگ آخر وقت تک اپنے انکار پر قائم رہے۔

یزید کی بیعت کی تکمیل کے بعد امیر معاویہ نے یزید کو چند وصیتیں کیں۔

"اہل حجاز کا ہمیشہ اکرام لینا۔ اہل عراق اگر ہر روز ایک نئے عامل کے تقرر کی خواہش کریں تو ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے تمھیں تیار رہنا چاہیئے۔ شامیوں کو ہمیشہ اپنا ہمراز سمجھنا۔ میں تمھارے بارے میں صرف چار آدمیوں سے خائف ہوں ابن ابوبکر بہت بڑے آدمی ہیں ان سے آج بھی ڈرو کل بھی ڈرتے رہنا۔ رہے ابن عمر تو وہ متقی اور پرہیز گار آدمی ہیں ہاں حسینؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ ہیں اگر کبھی تمھارے قابو میں بھی آجائیں تو ان سے درگزر کرنا البتہ ابن زبیر کو پا جاؤ تو ان سے ہمیشہ کے لئے گلو خلاصی کی فکر کرنا۔[۲]

امیر معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی فتح مکہ سے چند روز پیشتر اسلام لائے۔ جنگ حنین میں شریک ہوئے۔ عہد صدیقی میں جس وقت شام پر اسلامی فوج روانہ ہوئیں تو امیر معاویہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ یزید کے انتقال پر دمشق کی حکومت امیر معاویہ کو سپرد کی گئی عہد فاروقی میں صرف دمشق کے گورنر رہے اور دور عثمانی میں کل شام انہیں کے سپرد تھا۔

وفات امیر معاویہ: چالیس سال حکومت کر کے (بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلافت کے منصب پر فائز رہکر) بعمر ۷۵ سال ۶۰ھ میں وفات پائی باب الجابیہ و باب

[۱] ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۵۲۔ [۲] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۵۶۔

الصفیر میں دفن ہوئے۔

عہد یزید | امیر معاویہ کے بعد یزید حاکم وقت مقرر ہوا گو امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد بنا دیا تھا مختلف ممالک میں یزید کی بیعت کے لئے احکامات بھیجدیئے گئے سب نے بیعت کر لی تھی صرف تین آدمیوں نے بیعت سے انکار کر دیا چوتھے کا انتقال ہو چکا تھا۔[51]

یزید مراسم بیعت سے فرصت پاکر بے غل وغش حکومت کرنے کی تدابیر سوچنے لگا۔ اس نے گورنر مدینہ کو لکھا کہ تینوں بزرگوں حضرت عبداللہؓ بن عمر اور حضرت حسین بن علی حضرت عبداللہ بن زبیر کو بھی بیعت پر مجبور کیا جائے۔ گورنر مدینہ نے یہ پیغام ان تینوں تک پہنچا دیا ابن عمر نے فرمایا کہ اگر سب لوگ یزید سے بیعت کر لیں گے تو میں بھی کرلونگا۔ حضرت حسینؑ اور ابن زبیر نے بیعت سے قطعی انکار کیا اور مکہ چلے گئے۔

بنی ہاشم میں بھی باہمی اتحاد نہ تھا آپس میں عناد ایسے تھے کہ دوسروں کو جو مخالف تھے ان کی پشت گرمی کرتے تھے گورنر مدینہ نے ایک لشکر عمر بن زبیر جو عبداللہ بن زبیر کے سگے بھائی تھے اور جو اپنے بھائی کے سخت دشمن تھے مقابل بھیجا۔ عبداللہ بن زبیر نے بھائی کو شکست دی۔ یزیدی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور عمر بن زبیر بھائی کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید ہوئے جہاں موت نے ان کا خاتمہ کیا۔[52]

خلافت حسین علیہ السلام | اہل کوفہ کو امیر معاویہ کے انتقال کی خبر لگی اور یہ معلوم ہوا کہ یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا ہے تو انھوں نے ہزارہا خطوط دعوتی امام عالی مقام کے پاس بھیجے اور

۵۱ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا ۵۸ھ میں انتقال ہو گیا (ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۴۹)

۵۲ ابن خلدون جلد پنجم صفحہ ۷۰ تا ۷۱۔

ہر خط میں یہی خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ آپ یہاں تشریف لے آیئے ہم آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ محبان امیر المومنین علیؓ۔ سلیمان بن صرد کے مکان پر کوفہ میں مجتمع ہوئے اور چند لوگوں کی طرف سے جس میں سلیمان و مسیب بن محمد و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر وغیرہم تھے حضرت حسین بن علی کو یہ خط لکھا[1]۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کی رحمت تم پر ہو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بعدہٗ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمارے دشمن جبار و سرکش کو خواب مرگ میں سلا دیا جس نے اس امت پر جبراً حکومت بٹھائی اور اس پر بلا استحقاق حاکم بن گیا تھا۔ اس مال کو غصب کر لیا تھا اور بغیر رضامندی امت امیر امارت کرتا تھا بایں ہمہ اس نے جو اچھے تھے ان کو اس نے مار ڈالا اور اشرار کو باقی رکھا اب ہم پر کوئی امام نہیں ہے آپ آیئے شاید آپ کے ذریعہ سے ہمکو اللہ تعالیٰ حق پر مجتمع کر دے اگرچہ نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) قصر امارت میں ہے لیکن ہم اس کے ساتھ تو شریک ہوتے ہیں اور عید میں اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم اسکو ایسا نکال دیں کہ وہ شام ہی میں جا کر دم لے انشاء اللہ تعالیٰ والسلام علیک رحمۃ اللہ و برکاتہ[2]"

یہ خط عبداللہ بن سبع ہمدانی و عبداللہ بن وال کے معرفت روانہ کیا پھر دو روز تو کے بعد دوبارا خط تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کی جانب سے بمضمون بالا لکھا گیا پھر سہ بار اسی مضمون کا خط روانہ کیا جس کو شیث بن ربعی۔ حجاز بن ابجر۔ یزید بن الحرث۔ یزید بن رویم۔ عروہ بن قیس۔ عمرو بن الحجاج ربیدی۔ محمد بن عمر التیمی وغیرہم نے بڑے شد و مد سے لکھا تھا۔ متواتر خطوط نے "حضرت حسینؓ کو کوفہ کی روانگی پر آمادہ کر دیا آپ کو یقین کامل ہو گیا

[1] ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۲۷۔ [2] کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۱۰۔

کہ کوفی سچے دل سے دعوت دے رہے ہیں۔" اس پر آپ نے جواب لکھا:-
جو تم لوگوں نے لکھا ہے میں اسے سمجھ گیا بالفعل میں اپنے چچازاد بھائی اور اپنے معتمد ترین اہلبیت مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں یہ تمہارے حالات اور رنگ ڈھنگ دیکھکر مجھے مطلع کریں گے پس اگر تمھارے رؤسائے ملت نے جیسا کہ اس کے پیشتر تم نے لکھا ہے اس پر اتفاق کیا اور اس پر مجتمع ہو گئے تو میں عنقریب آجاؤں گا۔ اپنی قسم۔ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرتا ہے اور عدل پر قائم ہے اور دین حق پر چلتا ہے والسلام۔[۵۱]

حضرت مسلم بن عقیل

حضرت مسلم بن عقیل خط لیکر روانہ ہوئے مدینہ پہونچے مسجد نبوی میں نماز پڑھی اہل مدینہ سے رخصت ہوئے اور ذوالحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے کوفیوں کے دل میں کھلبلی پڑ گئی پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے جب ان میں سے چند لوگ مجتمع ہو جاتے تو مسلم بن عقیل ان کو امام حسین کا خط پڑھ کر سناتے تھے اور وہ لوگ ڈھاڑیں مار مار کر روتے اور امداد کا وعدہ کرتے تھے[۵۲] اور تیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی یہی حال آپ نے امام حسین کو لکھ بھیجا۔ آپ کے قیام کوفہ سے یزید کے خلاف ایک عام لہر دوڑ گئی اس کی خبر یزید کو پہونچی اس نے عبید اللہ بن زیاد بد نہاد کے نام حکم جاری کیا کہ فوراً کوفہ جاکر مسلم کو خارج البلد کر دو اور اگر وہ اس میں مزاحمت کریں تو قتل کر دو۔ چنانچہ ابن زیاد کوفہ کو روانہ ہوا جب کوفہ پہنچا۔ یہاں اہل کوفہ حضرت حسین کے لئے چشم براہ تھے اور آپ کے دھوکے میں ہر باہر سے آنے والے کو دیکھ کر مرحبا ابن رسول اللہ کا نعرہ لگاتے تھے۔ اس لئے ابن زیاد کوفہ میں جن جن راستوں سے گزرا یہی نعرہ سنائی دیا۔ یہ

---

۵۱ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۴۔ ۵۲ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۵۔

۵۳ ابی الفدا صفحہ ۵۹۴۔

نعرے سن کر جوش غضب سے بپھر گیا اور سیدھا جامع مسجد آیا اور لوگوں کو جمع کرکے تقریر کی کہ باشندگان کوفہ یزید نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مظلوم کے ساتھ انصاف، مطیع و منقاد کے ساتھ احسان اور نافرمان اور باغی کے ساتھ سختی کا حکم دیا ہے میں اس حکم کی پوری پابندی کروں گا فرمانبرداروں کے ساتھ شفقت پدرانہ سے پیش آؤں گا لیکن مخالفوں کے لئے سم قاتل ہوں"

اس اعلان سے حضرت مسلم گھبرا گئے اور ہانی بن عروہ کے یہاں روپوش ہو کر بیعت خلافت حضرت حسینؑ کا سلسلہ جاری رکھا آخرش ابن زیاد نے پتہ لگا لیا اور ہانی بن عروہ کو بلا کر قتل کر دیا۔ اسکی خبر حضرت مسلم کو لگی اٹھارہ ہزار حامیان حسین کو ہمراہ لیکر قصر امارہ پر حملہ کرکے ابن زیاد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے تیس پولیس کے اور بیس عمائد کوفہ ان کے علاوہ مدافعت کی کوئی قوت نہ تھی اس لئے اس نے محل کا پھاٹک بند کرا لیا۔ اور ان لوگوں سے کہا تم لوگ نکل کر اپنے قبیلہ والوں کو تہدید و تخویف اور لالچ کے ذریعہ سے جس طرح بھی ہو سکے مسلم کے ساتھ سے علیحدہ کر دو عمائد کوفہ کو حکم دیا کہ قصر کی چھت پر سے یہ اعلان کریں کہ اس وقت جو شخص امیر کی اطاعت کرے گا۔ اس کو انعام و اکرام ملیگا اور جو بغاوت کریگا۔ اسے نہایت سنگین سزا دیجائے گی محبان حسینؑ اس اعلان پر سب کھسک گئے صرف تیس آدمی رہ گئے جو بعد کو وہ بھی رخصت ہو گئے حضرت مسلم تن تنہا کس مپرسی کیحالت میں طوعہ نامی عورت کے یہاں روپوش ہو گئے۔ آخرش ابن زیاد کے اعلان انعام پر پسر طوعہ نے عبدالرحمٰن بن محمد سے تذکرہ کیا اس نے ابن زیاد سے کہا اس نے ستر آدمی آپ کی گرفتاری کے لئے روانہ کئے آپ سے کافی مقابلہ پیش آیا محمد بن اشعث کے کہنے پر آپ قصر امارت پر تشریف لائے ابن زیاد نے کہا کہ

لوگ آپس میں متحد و متفق تھے تم نے تفرقہ ڈالا۔ حضرت مسلم نے فرمایا یہ خلاف واقعہ ہے میں ہرگز اس مقصد کے لئے نہیں آیا بلکہ کوفہ والوں کا خیال تھا کہ تمھارے باپ نے ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا اور ان کا خون بہایا اور اسلامی جمہوریت کو چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کا سا طرزِ عمل اختیار کیا اس لئے ہم یہاں قیام عدل اور کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دینے کے لئے آئے۔

ابن زیاد جھلا اٹھا اور آپ کو شہید کر ڈالا[۱]

سفر کوفہ حضرت مسلم کا خط حضرت حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا جس میں یہ لکھا ہوا تھا اٹھارہ ہزار آدمی مرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور یوماً فیوماً بیعت کرتے جاتے ہیں تم بہت جلد کوفہ میں آجاؤ آپ نے روانگی کا انتظام کیا۔ عمرو بن عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام آئے اور کوفہ جانے سے روکنے لگے آپ نے جواب دیکر ٹالدیا۔ آپ کے احباب اور اعزا کو معلوم ہوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے اور وہ اہل کوفہ کی بیوفائی اور زمانہ سازی سے خوب واقف تھے اس کے علاوہ بنی امیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے انھوں نے سفر کوفہ کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے آپ کے پاس آکر کہا۔ لوگ یہ سنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے۔ حضرت حسین نے جواب دیا میں نے عزم کرلیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں۔ ابن عباس بے اختیار پکار اٹھے خدا آپکی حفاظت کرے کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے۔ دشمن کو نکال دیا ہے اور ملک پر قبضہ حاصل کرلیا ہے اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف

[۱] طبری جلد ہفتم صفحہ ۲۶۵۔ وابی الفدا صفحہ ۲۶۰۔

لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے حاکم بدستور ان کی گردن دبائے بیٹھا ہے۔ اس کے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو ان کا آپ کو بلانا درحقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں وہ آپ کو دھوکا نہ دیں اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں تو آپ سے لڑنے کے آمادہ نہ ہو جائیں۔ مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو حضرت ابن عباسؓ پھر دوڑے آئے اور امام عالی مقام سے کہا۔ "اے ابن عم" انھوں نے بمنت کہا میں خاموش رہنا چاہتا تھا اگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپ کی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں عراق والے دغا باز ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ جایئے۔ یہیں قیام کیجئے کیوں کہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو ان سے کہئے کہ پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو۔ پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جایئے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کے دست رس سے باہر ہوں گے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیگا۔ مجھے یقین ہے۔ اسطرح آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن حضرت حسینؑ نے جواب دیا کہ "اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کر چکا"[۵]

ابن عباس نے کہا "آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجایئے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر ڈالے جائیں جس طرح

۵؎ ابی الفدا صفحہ ۱۶۴۔

حضرت عثمان بن عفانؓ اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے ۱؎

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے جوش میں آکر کہا اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ کے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لیتا ۲؎

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے بزرگان مکہ نے آپ کو سمجھایا۔ آپ کے چچیرے بھائی عبد اللہ بن جعفر کو آپ کے متعلق خبر لگی تو انھوں نے مدینہ سے خط بھیجا۔

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہلبیت کے لئے بربادی ہے اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائیگا۔ اس وقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں ۲؎"

یہی نہیں بلکہ انھوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعد سے جا کر کہا کہ حسینؑ بن علیؓ کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو۔ عمرو نے کہا آپ خود خط لکھ لائیے میں مہر کر دونگا۔ چنانچہ عبد اللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا۔

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے دور کر دے جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جس میں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپ کے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبد اللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیج رہا

۱؎ طبری جلد ہفتم صفحہ ۲۷۴۔ ۲؎ ابن جریر۔

ہوں ان کے ساتھ واپس چلے آیئے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن سلامتی نیکی، احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل اور وکیل ہے۔ والسلام"

رفقائے حسین علیہ السلام

وہ چاند سے ماتھے وہ قبائیں وہ عبائیں
تن پھول سے غنچوں کی طرح تنگ قبائیں
تسبیحیں تو ہاتھوں میں زبانوں پہ دعائیں
بس جائے وہ سب ادیہ جس راہ سے جائیں

نورمہ کامل کبھی سینے کو نہ پہونچے
بو ایسی کہ عطر اُس کے پسینے کو نہ پہونچے

کس شان سے شملوں کو سرِ دوش پہ چھوڑے
تیغیں بھی جو برسیں تو کبھی منھ کو نہ موڑے
وہ رعب وہ اقبال وہ ہتیار وہ گھوڑے
ایک ایک جری شیر کے پنجے کو مروڑے

برباد کریں کوہ کو باموں کو الٹ دیں
خیبر کی طرح قلعۂ گردوں کو الٹ دیں

جاتے تھے سواری میں جلال و حشم آگے
جلدی تھی ہر اک کو کہ نکل جائیں ہم آگے
غل تھا کہ بڑھے جاؤ قدم با قدم آگے
پیچھے تو محمدؐ کا نشاں تھا علَم آگے

جنت کے پھریرے سے ہوا آتی تھی رَن میں
طوبا نے جگہ پائی تھی زہرا کے چمن میں

جناب انیس

مکہ سے روانگی کے وقت تمام اہل خاندان و ساکنان مکہ میں کہرام سا مچ گیا۔ ادھر تمام یار و انصار نے رخت سفر باندھا اور مسافرت کی طیاری کی ۵

حاضر در دولت پہ ہیں سب یار و انصار
کوئی تو کمر باندھتا ہے اور کوئی ہتیار

ہودج بھی کسے جاتے ہیں محمل بھی ہیں تیار
چلاتے ہیں دربان، کوئی آئے نہ خبردار

ہر محمل وہودج پہ گھٹاٹوپ پڑے ہیں
پردے کی قناتیں لئے فراش کھڑے ہیں

غرضکہ آپ معہ خاندان کے عراق کی طرف روانہ ہوئے راستہ کی صعوبت و تکالیف تو تھی ہی مگر اس پر بنجر اور پتھریلی زمین بے آب وگیاہ تھی جہاں سے یہ مقدس قافلہ سفر کر رہا تھا

وہ کوس کڑے اور پہاڑوں کی وہ راہیں
یہ دھوپ میں شدت تھی کہ جلتی تھی زبانیں
دشوار تھا پانی کسی چشمے سے جو پائیں
اٹھتا تھا دھواں دل سے نکل جاتی تھی آہیں

سنولا گئے تھے چاند سے منہ سیمبروں کے
ثابت تھا کہ خورشید برابر ہے سروں کے

مخفی تھے شرر شدت گرما سے حجر میں
جلتی تھی یہ لوں آگ بھڑکتی تھی جگر میں
نہ بحر میں راحت تھی کسی دل کو نہ گھر میں
جھیلوں میں نہ پانی تھا نہ پتے تھے شجر میں

پایاب تھے گرمی سے وہ دریا جو بڑے تھے
سوتیں بھی نہ آتی تھیں کنوئیں خشک پڑے تھے

پتھر کی چٹانوں سے نکلتے تھے شرارے
ناری تھی ہوا سبز شجر زرد تھے سارے
ڈوبے تھے عرق میں اسد اللہ کے پیارے
دھڑکا تھا کہ یہ لوں کسی بچے کو نہ مارے

اللہ رے تب و تاب بیابان بلا کی
پھولوں سے عرق کھنچتا تھا گرمی سے ہوا کی

غرضکہ امام عالیمقام صفاح مقام پر پہنچے وہاں مشہور محب اہلبیت شاعر فرزدق سے ملنا ہوا آپ نے اس سے دریافت کیا تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے۔ فرزدق

نے جواب دیا :-

"ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں قضائے الٰہی آسمان سے اترتی ہے خدا جو چاہتا کرتا ہے۔

آپ نے ہنس کر فرمایا" تم نے سچ کہا لِلّٰہِ الامر یفعل مایشآء وکل یوم ربنا فی شان ط اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لمحہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے اگر اسکی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے" یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی[1]

پہونچے نہ تھے امام ابھی تا بہ قتل گاہ		جاسوس نے یہ آکے خبر دی میان راہ
قائم رہے شکوہ شاہنشاہ دین پناہ		آمادہ نبرد ہے سب شام کی سپاہ
	ناوک فگن کہیں ہیں کہیں نیزہ دار ہیں	
	میدان سے تا بہ نہر ہزاروں سوار ہیں	
ذرّوں کی طرح فوج کا ممکن نہیں شمار		اس گھاٹ پر فقط ہیں کماندار دس ہزار
رن سے اُدھر کو برچھیوں والوں کی ہے قطار		نیزے ہلا رہے ہیں سواران ہرزہ کار
	پانی سپاہ شام سے پانا محال ہے	جناب انیس
	دریا تلک نگاہ کا جانا محال ہے	

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپ کے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

[1] ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۲۲-

آپ نے سنا تو بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا شروع کیا اور کہا قد خذ لنا شیعتنا مرے شیعوں نے مجھ کو چھوڑ دیا[۱]۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی۔ اب بھی وقت ہے ہم آپکے اور آپ کے اہلبیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں للہ یہیں سے لوٹ چلئے کوفہ میں آپکا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔

آپ خاموش ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے انھوں نے کہا ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کیطرح مر جائیں گے۔ اس پر آپنے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ان کے بعد زندگی میں کچھ مزہ نہیں"۔

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپ کے ساتھ ہو گئی تھی یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کریں گے آپ ان کی حقیقت سے واقف تھے سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اے لوگو ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبداللہ بن بقطر قتل کر ڈالے گئے۔ ہمارے شیعی طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہوں گے۔ بھیڑ نے یہ سنا تو دا بائیں کٹنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے

حر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے۔ عبید اللہ بن زیاد والئی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہو لیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ برابر لگا رہنا اور

---

[۱] خلاصۃ المصائب صفحہ ۴۹۔ [۲] طبری جلد ہفتم صفحہ ۲۹۴۔ و ابی الفدا صفحہ ۴۶۱۔

اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑے جبتک انھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچادے
اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہ بند باندھے، چادر اوڑھے۔ نعل پہنے تشریف
لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا۔

خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف
سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے، قاصد آئے مجھے بار بار
دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آیئے تاکہ خدا ہمیں آپ کے ہاتھ پر جمع
کر دے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان
کرنے کے لئے طیار ہو۔ جن پر میں مطمئن ہو جاؤں تو میں تمہارے شہر میں چلنے کو تیار
ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو تو میں وہیں واپس چلا جاؤں
گا جہاں سے آیا ہوں"

خطبہ کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن
سے کہنے لگے۔ اقامت پکارو۔ حضرت حسینؑ نے حر بن یزید سے کہا۔ کیا تم علیحدہ نماز
پڑھوگے۔ اس نے کہا نہیں، آپ امامت کریں۔ ہم آپ کے ہی پیچھے نماز پڑھیں گے۔
وہیں عصر کی بھی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد
آپ نے پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ | اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو تو یہ خدا کی خوشنودی کا باعث
ہوگا۔ ہم اہلبیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی

حق نہیں ہے۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو ہمارا حق نہ پہچانو اور تمہاری رائے اب اس کے خلاف ہو گئی جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی ہے قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی تیار ہوں [1]

اس پر حر نے کہا، آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ آپ نے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے تھے۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حر نے کہا۔ لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔ حضرت امام حسین نے فرمایا۔ لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔

پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے خفا ہو کر حر سے کہا۔ تیری ماں تجھے روئے تو کیا چاہتا ہے۔ حر نے جواب دیا۔ واللہ اگر آپ کے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اسے بتا دیتا۔ لیکن آپکی ماں کا ذکر میری زبان بجز برائی کے ساتھ نہیں آسکتا۔ آپ نے فرمایا، پھر تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجاتا ہوں، آپ نے جواب دیا تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حر نے کہا، مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپکا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر

[1] طبری جلد ہفتم صفحہ ۲۹۷۔

آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجیے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ، میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اگر آپ پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھیے شاید خدا میری لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کر دے اور آپ کے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں یہ بات آپ نے منظور کر لی اور روانہ ہوئے [1]

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپ نے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا۔

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے۔ عہد الٰہی شکست کرتا ہے۔ سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے خدا کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اسکی مخالفت کرتا ہے، نہ اپنے قول سے، سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں۔ رحمٰن سے سرکش ہو گئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے۔ حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھیرایا جا رہا ہے۔ میں ان کی شرکسی کو حق وعدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ تمہارے بیشمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر پہنچے تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بیوفائی کرو گے نہ مجھے دشمنوں کے حوالہ کرو گے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لئے راہ ہدایت ہے۔ کیونکہ حسینؓ ابن علیؓ، ابن فاطمہؓ رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے میرے بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو لیکن اگر تم یہ نہ کرو،

[1] ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۴۰۔

بلکہ اپنا عہد توڑ دو اور اپنی گردن سے میری بیعت کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ بھائی اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور اب بھی اپنا ہی، نقصان کرو گے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا ہے اپنی قسمت بگاڑ دی جو بدعہدی کریگا خود اپنے خلاف بدعہدی کریگا عجب نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:-

معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا منھ پھیر لیا نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے؟ کوئی نہیں جو اسکا ہاتھ پکڑے۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقائے الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کیساتھ زندہ رہنا بجائے خود حرام ہے۔

یہ خطبہ سن کر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا تم بولو گے یا میں بولوں۔ سب نے کہا "تم بولو"۔ زہیر نے تقریر کی۔

"اے فرزند رسول اللہ! خدا آپ کے ساتھ ہو ہم نے آپ کی تقریر سنی۔ واللہ اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو اور ہم سدا اس میں رہنے والے ہوں جب بھی آپکی حمایت و نصرت کے لئے اسکی جدائی گوارا کر لیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپ کے ساتھ مر جانے کو ترجیح دیں گے۔"

۱؎ طبری جلد ہفتم صفحہ ۳۰۰۔ (ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۲۰،۲۱)

حربن یزید آپ کے ساتھ برابر چلا آرہا تھا۔ بار بار کہتا تھا۔ اے حسینؑ اپنے معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں، ایک مرتبہ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا، تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تمہاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائیگی کہ مجھے قتل کروگے؟ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا جواب دوں۔ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سن کر کہا تھا ؎

سَامْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتیٰ ۔۔۔ اِذَا مَا نَوٰی حَقًّا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا

(میں روانہ ہوتا ہوں، مرد کے لئے موت، ذلت نہیں ہے۔ جبکہ اسکی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو)

وَاٰسَی الرِّجَالَ الصَّالِحِیْنَ بِنَفْسِهٖ ۔۔۔ وَفَارَقَ مَثْبُوْرًا یَغُشُّ وَیُرْغِمَا

(اور جبکہ اپنی جان دیگر صالحین کا مددگار رہوا۔ اور دغا باز ظالم ہلاک ہونے والے سے جدا ہو رہا ہو)

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے چار سوار آتے دکھائی دئے۔ ان کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

یا ناقتی لا تذعری من زجری ۔۔۔ وشمری قبل طلوع الفجر

(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے ہمت سے چل)

بخیر رکبان وخیر سفر ، ۔۔۔ حتّٰی تجلی بکریم النجر

(سب سے اچھے مسافروں کو لے چل سب سے سفر پر چل۔ یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا)

الماجد الحر رحیب الصدر   اتی به الله الخیر امر!

(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے، اللہ اسے سب سے اچھے کام کے لئے لایا ہے)

ثمت ابقاہ بقاء الدھر!

(خدا اسے ہمیشہ سلامت رکھے)

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا، واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے، چاہے قتل ہوں یا فتحیاب ہوں"

حر بن یزید نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا۔ یہ لوگ کوفہ کے ہیں آپ کے ساتھی نہیں ہیں، میں ان کو روکوں گا، یا واپس کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہ کرو گے یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کرو گے تو میں تم سے لڑوں گا۔ یہ سن کر حر خاموش ہو گیا۔

آنیوالوں سے آپ نے پوچھا۔ لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، شہر کے سرداروں کو رشوتیں دیکر ملا لیا گیا ہے، عوام کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی"

اس سے پہلے آپ قیس بن مُسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے تھے عبید اللہ بن زیاد نے انھیں قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ انھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپکی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا مِنھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلاً! (بعض ان میں سے مر چکے

ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہی ہیں۔ مگر حق پر ثابت قدم ہیں۔ ہمیں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے) خدایا ہمارے لئے اور ان کے لئے جنت کی راہ کھول دے! اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور انھیں جمع کرا۔[۱]

طرماح بن عدی نے کہا! واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپ کے ساتھ کوئی نہیں دکھائی دیتا اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہو جائے میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ ایک حسینؑ سے لڑیں۔ میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پر پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلئے میں اپنے پہاڑ "اجا" میں آپکو اتاروں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزرینگے کہ قبیلہ طے کے بیس ہزار بہادر تلواریں لئے آپکے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے واللہ جبتک ان کے دم میں دم ہوگا۔ آپکی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیگا۔

آپ نے جواب دیا! خدا تمھیں جزائے خیر دے۔ لیکن ہمارے اور انکے مابین عہد ہو چکا ہے۔ ہم اسکی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا، ہمارا انکا معاملہ کس حد پر پہنچ کر ختم ہوگا۔"

خواب | اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ قصر بنی مقاتل نامی مقام سے کوچ کے وقت اونگھ گئے تھے پھر چونک کر باآواز بلند کہنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین۔" آپ کے صاحبزادے علی اکبر نے عرض کیا

[۱] ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۴۱۔

خدا آپ کو روز بد نہ دکھائے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" فرمایا بیشک ہم حق پر ہیں۔" اس پر وہ بے اختیار کہہ اٹھے، اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں۔[۱]

صبح آپ پھر سوار ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حر بن یزید انہیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کش مکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ ہتھیار بند تھا۔ سرتاج شہدا حضرت حسینؓ کی طرف سے اس بدبخت نے منہ پھیر لیا مگر حر کو سلام کیا اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا

حضرت حسین کو کہیں ٹکنے نہ دو کھلے میدان کے سوا کہیں اترنے نہ پائے قلعہ بند یا شاداب مقام پر پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ قاصد تمہارے ساتھ رہیگا اور دیکھتا ہی رہیگا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔"

حر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا۔ اور کہا، اب میں مجبور ہوں آپ کو بے آب وگیاہ کھلے میدان ہی میں اترنے کی اجازت دیسکتا ہوں۔ زہیر بن القین نے حضرت سے عرض کی، ان لوگوں سے لڑنا اس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئیگی۔ مگر آپ نے لڑنے سے انکار کر دیا میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔ زہیر نے کہا تو پھر اس سامنے کے گاؤں میں چلکر اتریئے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جائیے۔ آپ نے پوچھا اس کا نام کیا ہے۔ زہیر نے کہا "عقر" (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سن کر آپ منغض ہو گئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ۔"

کربلا میں ورود | ۲ محرم سنہ ۶۱ھ کو آپ ایک اُجاڑ سرزمین پر پہنچکے اتر پڑے۔ پوچھا اس

[۱] ابن جریر و شرح نہج البلاغہ

سرزمین کا نام کیا ہے؟ معلوم ہوا۔ کربلا آپ نے فرمایا "یہ کرب او بلا ہے" یہ مقام پانی سے دور تھا دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

عمرو بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمرو بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لیکر آپہنچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمرو بن سعد کی، خواہش تھی کہ کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے اس لئے آتے ہی حضرت حسین علیہ السلام کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا۔ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے "تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں۔ تو میں لوٹ جانے کے لئے تیار ہوں"

عمر بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ مصیبت ٹل جائے گی چنانچہ فوراً عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا ؎

الآن اذ عقلت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجے میں آپھنسا ہے چاہتا ہے نجات پائے مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا)۔ پھر جواب لکھوایا:۔

"حضرت حسین علیہ السلام سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کیساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حسین اور ان کے ساتھیوں تک پانی نہ پہونچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی سے محروم رہے تھے"

عمرو بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیجدیئے۔ اور

آپ اور آپکے ساتھیوں پر پانی بند ہو گیا اس پر آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ تیس سوار اور بیس پیدل لیکر جائیں اور پانی بھر لائیں یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمر بن الحجاج نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا۔ لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے[۱]۔

عمر بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسین نے عمرو بن سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لیکر اپنے اپنے پڑاؤ سے نکلے اور ایک درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی۔ لیکن لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ حضرت امام حسین نے عمرو سے کہا تھا ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہو جائیں۔ عمرو نے کہا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا ڈالا جائیگا۔ آپ نے فرمایا "میں بنوا دوں گا" عمرو نے میری تمام جائداد ضبط کر لی جائیگی۔ آپ نے فرمایا میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دیدوں گا۔ مگر عمرو نے منظور نہیں کیا[۲]۔

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے تین صورتیں پیش کی تھیں (۱) مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں (۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کر لینے دو (۳) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیجدو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہے وہی مجھ پر بھی گزرے گی۔

بار بار کی گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا۔

خدا نے فتنہ ٹھنڈا کر دیا۔ پھوٹ دور کر دی۔ اتفاق پیدا کر دیا۔ امت کا معاملہ درست کر دیا۔ حضرت حسین مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے

---

[۱] اخبار الطوال صفحہ ۲۶۶ - طبری صفحہ ۳۱۲ - [۲] طبری صفحہ ۳۱۲ -

کسی ایک کے لئے تیار ہیں۔ اس میں تمہارے لئے بھی بھلائی ہے اور امت کے لئے بھی بھلائی ہے۔

شمر کی مخالفت ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہوگیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا میں نے منظور کرلیا۔ مگر شمر بن ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا، اب کہ حسین علیہ السلام قبضہ میں آچکے ہیں۔ اگر آپکی بغیر اطاعت کے نکل گئے تو عجب نہیں عزت و قوت حاصل کرلیں اور آپ کمزور و عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب انہیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جبتک وہ آپ کی اطاعت نہ کرلیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین اور عمر باہم رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں۔

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کرلی اور شمر کو خط دیکر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسین علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کردیں تو لڑائی نہ کی جائے اور انھیں صحیح وسالم میرے پاس بھیجدیا جائے لیکن اگر وہ یہ بات منظور نکریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہدیا کہ اگر عمرو بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا۔ جب تو تم اسکی اطاعت کرنا۔ ورنہ چاہیئے کہ اسے ہٹا کر خود فوج کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسین علیہ السلام کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمرو بن سعد کو سخت تہدید بھی کی گئی۔

میں نے تمھیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ حسین علیہ السلام کو بچاؤ اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو میرا حکم صاف ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو حوالے کریں تو صحیح وسالم میرے پاس بھیجدو۔ لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تامل حملہ کرو۔ خون بہاؤ۔ لاش بگاڑو کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد ان کی لاش گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ

وہ باغی ہیں۔ اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر قتل کروں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام واکرام کے مستحق ہو گے، نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے[1]۔

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسین علیہ السلام

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکی پھوپی ام البنین بنت خرام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں۔ اور انھیں کے بطن سے ان کے چار صاحبزادے۔ عباس۔ عبد اللہ۔ جعفر اور عثمان پیدا ہوئے تھے۔ جو اس معرکہ میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر ان چاروں لڑکوں کا بھی پھوپھیرا بھائی تھا، اور ان کے واسطے تھے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا اس نے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے ان عزیزوں کو اماں دیدی جائے اور اس نے منظور کر لیا تھا چنانچہ اس نے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا۔ تم میرے دادھیالی ہو تمھارے لئے میں امن وسلامتی کا سامان کر لیا ہے۔ لیکن انھوں نے جواب دیا۔ افسوس تم پر تم ہمیں اماں دیتے ہو لیکن فرزند رسول اللہ کے لئے امان نہیں ہے۔ شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہونچا دیا اور وہ طوعاً کرہاً بخوف عزل آمادہ تعمیل ہو گیا۔"

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب قریب پہنچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا کہ ابن زیاد کا جواب آگیا ہے اور اس کا مضمون یہ ہے۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسینؑ کو اسکی اطلاع دیں۔ اسی اثناء میں فریقین کے بعض پرجوش آدمیوں میں جو ردوکد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہے۔

[1] ابن جریر۔

دونوں فوجوں میں زبانی ردوکد

حضرت امام حسین کے طرفداروں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا۔ خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے۔ کہ اس کے نبی کی اولاد اس شہر (کوفہ) کے تہجد گذار عابدوں کے خون سے ان کا ہاتھ رنگین ہوگا۔ ابن سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا۔ شاباش! اپنی خوب بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو۔ زہیر بن القین نے کہا۔ اے عزرہ! خدا ہی نے ان نفسوں کو پاک کر دیا ہے اور ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ خدا سے ڈر۔ اور ان پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن۔ عزرہ نے جوابدیا اے زہیر! تم تو اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟ زہیر نے کہا ہاں سچ ہے۔ میں نے حسینؑ کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔ نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں جمع کر دیا ہے۔ میں نے انہیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے۔ اور رسول اللہ کی ان سے محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جا رہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں ان کی محبت ڈالدی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں ان کی مدد کروں گا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے اس حق کی حفاظت کرونگا جسے تم نے ضایع کر دیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو انھوں نے کہا اگر حق ہو تو آج انہیں ٹالدو۔ تاکہ آج رات اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں اس سے دعا کریں مغفرت مانگیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے میں اسکی کتاب کا دلدادہ اسکی کتاب کا پڑھنے والا۔ اس سے بہت دعا استغفار کرنیوالا ہوں۔ چنانچہ یہی جوابدیا گیا! ور فوج واپس گئی۔[۱]

[۱] ابن جریر و یعقوبی۔

شب عاشورہ

جب گیسوئے شکیں کی گرہ شام نے کھولی
شمشیر و سپر لشکرِ اسلام نے کھولی
چہرے سے ردا لیلیٰ خودکام نے کھولی
خیمہ میں کمر شاہِ خوش انجام نے کھولی
سجدہ کیا زینب نے مصلے کو بچھا کے
مغرب کی اذانیں ہوئیں لشکر میں خدا کے

وہ شامِ غم انجام وہ جنگل کا اندھیرا
مہمانوں سے راحت جو منھ اپنا تھا پھیرا
نزدیک سے خیمہ نظر آتا تھا نہ ڈیرا
خود کہتی تھی وہ رات کہ دور آج ہے میرا
تاریک شبیں ہوں گی پہ یہ بات نہ ہوگی
ایسی کبھی اب حشر تلک رات نہ ہوگی

صحرا میں غضب تھا شبِ عاشور کا آنا
اس رات سے تھا قافلہ راحت کا روانا
ہر چشم میں تھا تیرہ و تاریک زمانا
وہ شب بھی ڈرانی تھی وہ جنگل تھا ڈرانا
شمشیر جفا فوجِ الم تولے ہوئے تھی
ثابت تھا کہ منھ اپنا بلا کھولے ہوئے تھی

خورشید ہوا لشکرِ ضو لے کے جو راہی
کی شام سے آ کر شبِ تیرہ نے جو شاہی
دنیا میں ہوا داخلہ فوجِ سیاہی
عالم میں ہوئی روشنی آنے کی مناہی
سب سلطنتِ نور مٹی کون و مکاں میں
ظلمت کا عمل بیٹھ گیا ملکِ جہاں میں

تھا غرب سے تا شرق کسی جا نہ اجالا
خالی کہیں ظلمت سے نہ بستی تھی نہ بالا

رنگ اپنا سیاہی نے درختوں پہ جو ڈالا
پتّا بھی ہر اک سبز نظر آتا تھا کالا

ضو تھی جو نہاں سایہ بھی آنکھوں سے چھپا تھا
ہر سرو نگاہوں میں سیہ پوش کھڑا تھا

اللہ رے اس رات کے چہرے کا یہ رنگ
دن ذکر سے جس کے ہو سوادِ عملش زنگ
ذی روح مکانوں میں نہ کس طرح سے ہوں دنگ
گوشہ تھا ہر ایک گوشۂ تاریک لحد تنگ

ضو خلق سے معدوم تہِ چرخِ بریں تھی
اک نقطۂ سیاہی کا زمانے کی زمیں تھی

عالم میں جو ظلمت تھی سرِ شام سے پھیلی
افلاک پہ رنگت تھی ستاروں کی بھی میلی
ضو تھی نہ زحل میں نہ وہ تھا نورِ سہیلی
تھی رات کہ برپا تھا سیہ خیمۂ لیلیٰ

خارِ غم و اندوہ ہر اک دل میں گڑا تھا
پنہاں تھی ضیا خلق میں اندھیرا پڑا تھا

وہ شام و غربت و سیاہی وہ بیاباں
نہ روشنیٔ شمع کسی جا نہ چراغاں
بھرتی تھی نبی زادیاں سب مضطر و حیراں
ڈھلکی تھی ردا بال تھے زینب کے پریشاں

فرماتی تھیں کل حشر بپا ہوئے گا لوگو،
یہ رات جو گزرے گی تو کیا ہوئے گا لوگو،

آپ کی حسرت اور اصحاب کی وفاداری۔ فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپ نے اپنے ساتھی جمع کئے۔ اور خطبہ فرمایا :-

خطبہ

خدا کی حمد و ستایش کرتا ہوں رنج و راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا دین میں سمجھ بخشی اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔

امابعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں۔ یا میرے اہلبیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہلبیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو! تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے۔ میں سمجھتا ہوں کل میرا انکا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے میرے اہلبیت کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں اِدھر اُدھر چلے جاؤ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان لیکر تم سے غافل ہو جائیں گے یہ سنکر آپ کے اہلبیت بہت رنجیدہ اور بیچین ہوئے۔ حضرت عباس نے کہا یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا۔ اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں نے تمھیں اجازت دی وہ کہنے لگے، لوگ کیا کہیں گے یہی کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہم نے ان کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار گھمائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل، اولاد سب کچھ قربان کر دینگے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے جو

آپ پر گزریگی وہی ہمپر بھی گزریگی۔ آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھیگا۔ آپکے ساتھی بھی کھڑے ہوگئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا۔ کیا ہم آپکو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپ کا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ دشمنوں کی سینے میں توڑوں گا۔ جبتک قبضہ ہاتھ میں رہیگا۔ تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کردے۔

سعد بن عبد اللہ الحنفی نے کہا۔ واللہ ہم آپکو اس وقت نہیں چھوڑیں گے جبتک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا۔ پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دیجائیگی اور ایک مرتبہ نہیں ستّر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائیگا پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں، چھوڑونگا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں۔ زہیر بن القین نے کہا۔ بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپکا ساتھ نہ چھوڑونگا۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپکی اور آپکے اہلبیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں[۱]۔

حضرت زینبؓ کی بیچینی اور آپ کا توصیہ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اس وقت خیمہ میں ابوذر غفاری کے غلام حوی تلوار صاف کر رہے تھے۔ اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یا دھر اُفٍ لک من خلیل ، کم لک بالاشراق والاصیل

(اے زمانہ تیرا بُرا ہو، تو کیسا بے وفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں،

من صاحب او طالب قتیل   والدهر لا یقنع بالبدیل

(کتنے مارے جاتے ہیں۔ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ کسی سے عوض قبول نہیں کرتا)

وانما الامر الی الجلیل   وکل حی سالک السبیل

(اور سارا معاملہ، اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جارہا ہے)

تین چار مرتبہ آپ نے یہی شعر دہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپی نے یہ شعر سنے وہ بے قابو ہوگئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔ حضرت امامؑ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہو نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان واستقامت پر غالب آجائیں انھوں نے روتے ہوئے کہا۔ کیونکر اس حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں آپ نے کہا مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے۔ اس پر ان کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔ اور شدتِ غم سے بے حال ہوگئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے ایک طولانی تقریر صبر واستقامت پر فرمائی۔ آپ نے کہا بہن خدا سے ڈر۔ خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ زندہ نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونیوالی ہے پھر موت کے خیال سے اسقدر رنج وبیقراری کیوں ہے؟ دیکھ ہمارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوہ حسنہ ہے۔ یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے۔ یہ ہمیں ہر حال میں صبر وثبات اور توکل ورضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں[۱]۔

[۱] یعقوبی وابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۵۔

میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو اسوۂ حسنہ کے خلاف نہ کرنا میری موت پر گریبان نہ پھاڑنا۔ منھ نہ نوچنا اور بَین نہ کرنا صبر و شکر و ضبط و تحمل کی تلقین کر کے خیمہ سے باہر آئے [۱]

اہلِ حرم تھے خیمۂ اقدس میں سب خموش
واقف ہوا نہ انکی صداؤں سے کوئی گوش
چہروں سے صاف ہوتا تھا ظاہر غموں کا جوش
یوں تو نہ تھے حواس بجا صبر کا تھا ہوش
افراطِ غم سے جب کسی بی بی نے آہ کی،
حیرت سے سب نے چہرہ پہ اس کے نگاہ کی

بچوں کو تین دن سے جو تھی انتہا کی پیاس
بیٹھے ہوئے تھے ماؤں کے پہلو میں سب اداس
بازار موت گرم تھا تھی زندگی سے یاس
لیکن یہ کیا مجال کہ ظاہر کریں ہراس
رونے کو اضطراب کو ٹالے ہوئے تھے وہ
سیدانیوں کی گود کے پالے ہوئے تھے وہ

پوری رات عبادت و تلاوت میں گذاری

پوری رات آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے نماز، استغفار، اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط دشمن یہ خیال نکریں کہ ہماری ڈھیل انکے لئے بھلائی ہے ہم صرف اسلئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ انکا جرم اور زیادہ ہو جائے خدا مومنین کو اسی حالت میں چھوڑ کر رکھنے والا نہیں ہے وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

عشرہ کی صبح

کھولا جو مہر نے علمِ زر نگار کو — پر نور کر دیا فلکِ بے مدار کو
پایا جو خوشگوار نسیم بہار کو — وجد آگیا ہر اک شجرِ سایہ دار کو
رونق دو چند ہو گئی دنیائے زشت کی
خوشبو ہوا سے آگئی باغِ بہشت کی

تڑکا وہ نور کا وہ بیاضِ سحر کا رنگ — تھا زرد چرخِ نیلوفری پر قمر کا رنگ
کوسوں گلوں سے تھا شفقی دشت و در کا رنگ — رہ رہ کے جھومتا تھا یہ تھا ہر شجر کا رنگ
جھونکے ہوا کے چار طرف سرد سرد تھے
ذرّوں کی یہ چمک تھی کہ ہیرے بھی گرد تھے

دلچسپ بلبلوں کے وہ نغمے اِدھر اُدھر — شاخوں پہ طائروں کا پھرنا کشادہ پر
گویا دلہن بنی تھی ہر اک شاخ بارور — شاداب تھے یہ برگ و گل و غنچہ و ثمر
دیکھا جو رعب سبزہ دشت نبرد کا
مینا اُتر گیا فلکِ لاجورد کا

آئی نظر سحر کی سفیدی جو ناگہاں — نکلے حرم سرا سے شہنشاہِ انس و جاں
اکبر نے شد و مد سے میداں میں دی اذاں — آنسو بھر آئے رونے لگے قبلۂ زماں
جس دم زباں پہ تھا یہ ہر اک دل ملول کی
یہ آخری اذاں ہے شبیہِ رسول کی

پرنور وہ صفیں وہ نمازی نکو سیر
ذی قدر یادگار جہاں غیرتِ قمر
اک اک حق شناس و نمودار نامور
سوکھے ہوئے لبوں پہ دعائیں وہ با اثر

تھی حق کی یاد ساغر کوثر نظر میں تھے
گویا ملک زمیں پہ لباسِ بشر میں تھے

جب پڑھ چکے نمازِ سحر شاہِ تشنہ لب
تیر آئے جب قریب سپاہِ شرعب
بھر وغا اُدھر سے بڑھی فوج بے ادب
غصے سے تھرتھرا گئے سب خاصگانِ رب

راحت جو غازیوں کو تھی بے لڑے ہوئے
تیغوں کو تول تول کے سب اٹھ کھڑے ہوئے

نفیس لکھنوی

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لیکر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں اُن کے ساتھ صرف ۳۲ سوار چالیس پیدل کل بہتر آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا میسرہ حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علیؓ کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی۔ تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی۔ حضرت نے جواب دیا کہ۔ اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے اسے تیر کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے حضرت نے منع کیا، نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دئے۔ الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہوگیا۔ تدبیر نے جواب دیدیا۔ دوست نے بیوفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں مچائیں۔ مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے[۱]۔

کی ہاتھ اٹھا کے عرض کہ اے ربِّ ذی الجلال
تھا تیری ہی رضا کا خموشی میں بھی خیال
مجبور ہے دعا پہ یہ عبدِ شکستہ حال
تعمیل حکم یہ بھی ہے کرتا جو ہوں قتال

سچ ہے ترے سوا کوئی اپنا مدد نہیں
موقع سے ہوں تو صبر و شجاعت میں ضد نہیں

آگے بڑھے یہ کہہ کے شاہنشاہِ کربلا
کس حلم سے پکار کے بولے شہِ ہدا
روکا فرس کہ حجت آخر کریں ادا
کہتا ہے کچھ حسین کرو گوش ہوش وا

اظہار درد و رنج و مصیبت نہ جاننا
باتیں ہیں دوستی کی شکایت نہ جاننا

اے قوم کس کو علم نہیں کون ہے یزید
قرآن میں حکم کرتا ہے کیا خالقِ مجید
مردانِ حق گذار کب ایسوں کے ہوں مرید
فتنہ فرو کرو یہی تاکید ہے شدید

بیعت جو میں کروں تو زمانے میں شر بڑھے
الزام مجھ پہ ہو یہ جہالت اگر بڑھے

[۱] شرح نہج البلاغہ۔

واقف ہو مرے حق میں جو فرما گئے رسول
بیعت یزید کی نہیں کرنے کا میں قبول
اصرار کر رہے ہو جو مجھ سے تو لاحصول
بارہ ہے اپنا، اسلئے دیتا نہیں ہوں طول
گر میں بگاڑ دوں تو بنائی نہ جائے گی
آپ اپنی بات مجھ سے مٹائی نہ جائیگی

خود غور تم کرو کہ مجھی کو ہے اس کا حق
میں نائب رسول ہوں شاہد ہیں نطق
ہوں ہر طرح سے نظم و نسق کا بھی مستحق
اپنا نہیں ہے دین محمدؐ کا ہے تعلق
ایسا نہیں کہ شک ہو کسی بد یقین کو
منصف ہو آج سر کو بچالوں کہ دین کو

اے قوم! اہلبیت رسول فلک پناہ
پیاری خصوص امت جد ہے خدا گواہ
خلق خدا کی یوں تو عموماً ہے خیر خواہ
میں قتل ہوں مگر نہ تمہارا ہو دین تباہ
لایا عراق میں اسی الفت کا اقتضا
یا حق کا یا تمہاری مروت کا اقتضا

گر کر چکے تھے پہلے ہی تم بیعتِ یزید
سوچو تو پھر ذرا کہ یہ بیعت ہے کر جدید
پھر کیوں مرے بلانے کی تاکید تھی مزید
منشا ہے اس کا یہ کہ جفائیں کرو شدید
عصیاں ہے ظلم عاقبت اس کی خراب ہے
کرتے ہو تم گناہ مجھے اضطراب ہے

اے وائے میں کہ میرے لئے تم پہ ہو عذاب
رہ رہ کے ہو رہا ہے یہی دل کو پیچ و تاب
آگاہ ہو طمع نے کیا ہے تمہیں خراب
اس وقت سوجھتی نہیں تم کو رہ صواب
میں حق پہ ہوں یہ حق تمہیں برسوں رلائیگا

سوچو گے اس کے بعد تو کچھ بن نہ آئیگا

شرماتے کیوں ہو خط مجھے لکھے تھے یا نہیں
ایا حسین سبط رسول خدا نہیں
کہہ دو کہ یوں یہ مکر بلانا دغا نہیں
دھوکا ہی سب طمع کا تمھاری خطا نہیں

بچے تڑپتے ہیں تمھیں کیوں کر پسند ہے
پانی کی اصل کیا ہے مگر وہ بھی بند ہے

تم یہ نہ جاننا کہ مجھے اس سے ہے ہراس
ہیں جمع ہر طرح سے بفضل خدا حواس
یا جو کہہ رہا ہوں وہ سب ہیں کلام یاس
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں فقط ہے تمھارا پاس

باطل جو ہو بلند تو ہر اک روز پست ہے
آگاہ ہو یہ فتح تمھاری شکست ہے

بیا بنگر کہ عاشورست امروز
حسینے کانِ نبی را نور دیدہ ست
بریدہ حلق لب تشنہ جگر خوں
رخی چوں آفتاب ست اے دریغا
جہاں تاریک و بے نورست امروز
بدست خصم مجبورست امروز
سر از تن تن ز سر دورست امروز
بمیغ تیغ مستورست امروز

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا اور دشمنوں کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ پڑھا۔

لوگو! میری بات سنو! جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کر لینے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو اور

میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے۔ لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور نیکو کاروں کا حامی ہے۔

آپ کے اہلبیت نے یہ کلام سنا تو شدتِ تاثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی آپ نے اپنے بھائی عباس اور فرزند علی اکبر کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کر آئیں۔ اور کہا، ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے۔ پھر بے اختیار پکار اٹھے خدا عباس کی عمر دراز کرے۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبداللہ بن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپ نے اس پر توجہ نہ کی تھی اب ان کا جزع فزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی پھر آپ نے از سرِ نو تقریر شروع کی۔

لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبیؐ کی لڑکی کا بیٹا۔ اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں کیا سید الشہدا حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیارؓ میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے " سیدا شباب اھل الجنۃ "

(جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لیکر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ۔ کیا برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی۔ واللہ اسوقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے کسی کا خون بہایا ہے۔ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے"

آپ نے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپ نے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا۔ اے شبث بن ربعی۔ اے حجاز بن الجبر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے۔ زمین سرسبز ہو گئی۔ نہریں ابل پڑیں۔ آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے جلد آئیے" اس پر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا۔ آپ چلا اٹھے "سبحان اللہ۔ یہ کیا جھوٹ ہے۔ واللہ تم ہی نے لکھا تھا۔ اس کے بعد آپ نے پھر پکار کر کہا۔ اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو۔ اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔

یہ سن کر قیس بن الاشعث نے کہا، کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالے کردیں۔ وہ وہی برتاو کریں گے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو اُن سے کوئی گزند نہیں پہونچے گا۔

آپ نے جواب دیا کہ تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں نہیں تو واللہ میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا۔

یہ کہکر آپ نے اونٹنی بٹھادی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اس کی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپ کی طرف حرکت شروع کردی۔

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے۔ اے اہل کوفہ عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی مسلمان کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو اس وقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں تم ہماری نصیحت اور خیرخواہی کے ہر طرح، حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہلبیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبیداللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو۔ ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے۔ تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ تمھارے چہرے بگاڑیں گے۔ تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کریں گے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن

عدی ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں۔

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے۔ اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے بخدا ہم اس وقت تک نہیں ٹلیں گے جب تک حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کردیں۔ یہ ان کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا۔ خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمہاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے۔ تو کم از کم اولادِ رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ اسے اور اس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کرلیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ۔

حر بن یزید کی موافقت | عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حر بن یزید نے کہا۔ خدا آپ کو سنوارے۔ کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کریں گے؟ ابن سعد نے جواب دیا ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے اڑ جائیں گے۔ حر نے کہا، کیا ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو اس نے پیش کی ہیں؟ ابن سعد نے کہا بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا۔ حر بن یزید یہ سن کر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حر نے اس سے کہا تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلالیا؟ بعد میں قرۃ کہا کرتا تھا۔ حر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا۔ کہ وہ

لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے کہ اسکی شکایت حاکم سے نہ کردوں۔ میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں۔ یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجرین نے اوس سے کہا، کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو۔ حر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا کہنے لگا۔

تمہاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر تم اس وقت کیا کر رہے ہو۔ حرُ نے سنجیدگی سے جواب دیا:۔

بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے۔

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکرِ حسینؑ میں پہنچ گیا۔ حضرت حسینؑ کی خدمت میں پہونچکر کہا۔ ابن رسول اللہ! میں ہی وہ بدبخت ہوں جس نے آپ کو لوٹنے سے روکا راستہ بھر آپ کا پیچھا کیا۔ اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم! میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی۔ کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے۔ اور آپ کے معاملہ میں اس حد تک پہونچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کریں گے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہونا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا۔

حضرت نے شفقت سے فرمایا، ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخشدے تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا، حر بن یزید۔ فرمایا، تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے۔ جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے تو دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے۔

پھر حُر دشمنوں کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا۔ اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کر لیتے تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے لوگوں نے جواب دیا۔ یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں۔ جواب دیں گے۔ عمرو نے کہا میری دلی خواہش تھی کہ ان کی شرطیں منظور کر سکتا، اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی دغداری پر شرم و غیرت دلائی لیکن اس کے جواب میں انھوں نے تیر برسانا شروع کر دیا ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آئے۔

جنگ کا آغاز اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا، گواہ رہو۔ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے پھر تیر باری شروع ہوگئی تھوڑی دیر کے بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبازرت طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبازرت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہم دگر پیکار کرتے۔ لشکرِ حسین سے حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر نکلنے لگے۔ مگر حضرت حسین نے انھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا۔ آپ نے اس کی صورت دیکھ کر فرمایا۔ بیشک یہ مردِ میدان ہے۔ اور اجازت

دی۔ عبداللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کر کے قتل کر ڈالے۔ اس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسینؑ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا۔ اہل بیت کی طرف سے خدا انھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کی ذمہ لڑائی نہیں ہے۔

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقا زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور نیزے سیدھے کر دئے۔ نیزوں کے منھ پر گھوڑے نہ بڑھ سکے اور لوٹنے لگے۔ حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا، اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کر ڈالے۔

عام حملہ اب باقاعدہ جنگ جاری ہو گئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسینؑ کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اٹھا بیوقوفو پہلے جان لو۔ کن سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کر کے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو۔ عمرو بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہو گیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسینؑ دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا۔ مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا مسلم بن عوسجہ

اس جنگ میں آپ کی جانب سے پہلے شہید تھے۔

گھوڑے بیکار ہو گئے | میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے صفیں الٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کر لیا کہ کامیابی ناممکن ہے چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہونچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کر دیے تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہو گئے۔ اور سواروں کو پیدل ہو جانا پڑا۔

حُر کی شجاعت | ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اسے تیروں سے چھلنی کر ڈالا۔ حر بن یزید زمین پر کود پڑے تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا ؎

ان تعقروا بی فانا ابن الحر اشجع من ذی لبد ھزبر!

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا، میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں۔

خیمے جلا ڈالے | لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہو گئی مگر کوفی فوج غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کر دیے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کر سکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے۔ حسینی فوج کے صرف ۴-۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے۔ خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکامیاب رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے حسینی فوج

نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت نے فرمایا، کچھ پرواہ نہیں جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کر سکیں گے۔ اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل اسی اثنار میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اس کی فوج کے قدم اکھاڑ دئے۔ مگر کب تک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہو گیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جا چکے تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر کلبی بھی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے قتل ہو چکا تھا اس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہو چکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھی۔ اور یہ کہتی جاتی تھی تجھے جنت مبارک ہو شمر نے اُسے دیکھا اور قتل کر ڈالا[1]۔

ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا۔ دشمن اب آپ کے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اس وقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے۔ جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں۔ لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے۔ یہ سن کر حضرت نے سر اٹھایا اور فرمایا۔ دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حر کی شہادت یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگا دی تھی غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہو گئے۔ گویا فوج کی کمر

[1] ابن جریر و شرح نہج البلاغہ۔

ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے ؎

آلیت لا اُقتل حتےٰ اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہوں گا۔ جب تک قتل نہ کر لوں، اور مرونگا تو اسی حال میں مرونگا۔ کہ آگے بڑھ رہا ہوں گا۔

اضربھم بالسیف ضربا مقصلا لا ناکلا عنھم و لا مھلّلا

انھیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا۔ نہ بھاگوں گا نہ دوڑوں گا۔

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی حُر زخموں سے چور ہو کر گرے اور جاں بحق تسلیم ہو گئے اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلواۃ الخوف پڑھی نماز کے دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس موقع پر آپ کے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے ؎

انا زھیر و انا ابن القین اذ ودھم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں، اپنی تلوار کی نوک سے انھیں حسین سے دور کرونگا صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے ؎

اقدم اھدیت ھادیا مھدیا فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھ، خدا نے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا ؎

وحسنا والمرتضیٰ علیا وذوالجناحین الفتیٰ الکمیا

اور حسنؑ سے اور علی مرتضیٰؓ سے اور بہادر جوان جعفر طیارؓ سے۔

واسد اللہ الشہید الحیا اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے چنانچہ انھوں نے طے کیا کہ آپ کے سامنے ایک ایک کر کے قتل ہو جائیں چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر ان کی زبان پر جاری تھے ؎

قد علمت حقا بنو غفار وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائلِ نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے ؎

لنضرب معشر الفجار بکل غضب صارم بتار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار بالمشرفی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

ان کے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے دونوں بھائی تھے زار وقطار رو رہے تھے۔ حضرت نے انھیں دیکھا تو فرمانے لگے۔ اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ انھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا۔ ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپکو گھیر لیا ہے۔ اور ہم آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے، پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ، آپ جواب دیتے تھے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

ان کے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور باآواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے۔ اے قوم میں ڈرتا ہوں کہ عاد و ثمود کی طرح تمھیں روزِ بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہو جاؤ اے قوم! حسینؑ کو قتل نہ کرو۔ ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے۔ بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپ کے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے۔ اور دشمن پر حملہ کیا ان کا رجزیہ تھا

انا علی ابن حسین بن علی نحن ورب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں، قسم ربِ کعبہ کی ہم نبی کے قریب کے زیادہ حقدار ہیں۔

تاللہ لا یحکم فینا ابن الداعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کرسکے گا۔

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرّہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔

ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی اتنی حسین تھی جیسے اٹھتا ہوا سورج، وہ چلا رہی تھی۔ آہ! بھائی آہ! بھتیجے! میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا زینب بنت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور خیمہ میں پہنچا آئے۔ پھر علی اکبر کی نعش اٹھالی اور خیمہ کے سامنے لاکر رکھدی۔

اے عزیز پدر کجا رفتی	وز کنار پدر چرا رفتی

برخوردی زبوستانِ حیات	سوئے کاشانہ بقا رفتی
اگر از کلبۂ فنا رفتی	بسرا پردۂ بقا رفتی
مصطفٰے جد تست سید انم	تو بہ نزدیک مصطفٰے رفتی
فرع زہرا و مرتضٰے بودی	بسوئے اہل خود فرا رفتی

ایک جوان رعنا

ان کے بعد اہلبیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا۔ وہ کرتہ پہنے، تہبند باندھے اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری، نوجوان چلایا! ہائے چچا! اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے بے پناہ تلوار کا وار کیا قاتل نے ہاتھ اٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی بجائے اسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آپ فرما رہے ہیں۔ ان کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے مگر تجھے اسکی آواز نفع نہ پہنچا سکے۔ افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے۔ اور دوست باقی نہ رہے! پھر لاش اپنی گود میں اٹھا لی لڑکے کا سینہ آپ کے سینہ سے ملا ہوا تھا۔ اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے اس حال

سے آپ اسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ جواب ملا۔ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ

حضرت قاسم کے بعد ان کے دوسرے بھائی ابوبکر نے عبداللہ بن عقبہ کے ہاتھوں جامِ شہادت پیا۔ امام کے سوتیلے بھائی حضرت عباس نے جو دیکھا جو نکلتا ہے وہ سیدھا حوضِ کوثر پہنچتا ہے اور عنقریب برادر بزرگ تن تنہا ہونے والے ہیں تو بھائیوں سے کہا کہ آقا کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ اور ان پر اپنی جانیں فدا کر دو اس آواز پر تینوں بھائی عبداللہ۔ جعفر۔ عثمان حضرت حسین کے سامنے دیوار آہنی بنکر جم گئے اور تیروں کی بارش کو اپنے سینوں پر روکنے لگے۔ تیروں کے زخم سے بدن خون کا فوارہ ہو رہا تھا لیکن ان کی جبین شجاعت پر شکن تک نہ آتی تھی۔ آخر میں ہانی بن ثویب نے عبداللہ اور جعفر کو شہید کر کے اس دیوار آہن کو بھی توڑا اور تیسرے بھائی عثمان کو یزید اصبحی نے تیر کا نشانہ بنایا[۱]۔ تینوں بھائی فدا ہو چکے ان کے بعد اسی طرح ایک ایک کر کے محمد بن ابی سعید بن عقیل۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل۔ عبداللہ بن جعفر۔ عبدالرحمٰن بن عقیل جعفر بن عقیل۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر۔ عون بن جعفر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

مولود تازہ کی شہادت حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے عین اسوقت آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اسے گود میں رکھا اور اس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی روح اسی وقت پرواز کر گئی۔ آپ نے تیر اس کے حلق سے کھینچکر نکالا۔ خون سے چلو بھرا اور اس کے جسم پر ملنے لگے اور فرمانے لگے واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے

[۱] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۲۹۔

زیادہ عزیز ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی نظر میں حضرت صالح سے زیادہ افضل ہیں۔ الٰہی! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے۔ تو وہی کر جس میں بہتری ہو۔

تا جدا گشتی از کنارِ پدر	تیرہ شد بے تو روزگارِ پدر
غمگسارِ پدر تو بودی وگشت	بے تو یادِ تو غمگسارِ پدر
تو برفتی زپیش و از پسِ تو	بتو خرسند بود جانِ پدر
ہائے گُلِ سرخ ناشگفتہ ہنوز	زود رفتی زبوستانِ پدر

اس کے بعد حضرت عباس ابن علی حضرت امام حسین کے سامنے سپر بن گئے چاروں طرف سے آپ کو بچانے لگے اور اسی ناموس اکبر کی حفاظت میں جان دی۔ اپنے بھائی عباس کی شہادت پر امام عالی مقام نے فرمایا ؎

برادران و عزیزان کجا شدند	در دشتِ کربلا ہمہ از ہم جدا شدند

حضرت عباس کے بعد ابوبکر بن الحسن و عبداللہ بن حسن۔ علی بن حسن نے بھی جام شہادت نوش کیا اب اہل بیت کرام میں سے خود امام ہمام اور عابد بیمار کے علاوہ کوئی باقی نہ رہگیا اب صرف خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر ڈالے۔ لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ اہل بیت کے خیمہ میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بیخود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لیکر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینبؓ کی نظر پڑ

گئی۔ دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسینؑ نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا روکے رہو آنے نہ پائے۔ مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پاس پہنچ گیا عین اس وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی لڑکے نے ڈانٹ بتائی او خبیث! میرے چچا کو قتل کرے گا۔ سنگدل حملہ آور نے اپنی تلوار بلند لڑکے پر چھوڑ دی۔ اس نے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذرا سی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا۔ صبر کر اور اسے صبر خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہنچاویگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!

دعائے امام علیہ السّلام قبل از شہادت

لکھا ہے یوں کہ جب رفقا ہو چکے تمام / راہی ہوئے عدم کو عزیزانِ نیک نام
قاسم سا گلبدن نہ اکبر سا لالہ فام / دریا پہ کام آچکے عباس تشنہ کام
اس دم عجب ہجومِ غم و درد و یاس تھا
لاشوں کا ڈھیر خیمۂ اقدس کے پاس تھا

طبل ظفر سے ہلتی تھی اس دشت کی زمین / آپس میں مل رہے تھے گلے خوش تھے اہلِ کین
دستِ دعا بلند کئے شاہِ مومنین / آہستہ عرض کرتے تھے اے رب العالمین
بے جہل کا قصور کچھ ان کی خطا نہیں
یا رب ترے حسین کو ان سے گلہ نہیں

ہے اہتمام قتل میں مرے انہیں فضول / معلوم ہے کہ خود مجھے جینا نہیں قبول

تنہا پہ اس طرح کی چڑھائی ہے بے حصول
ڈرتا ہوں میں کہ ان پہ بلا کا نہ ہو نزول
تو رحم کر کہ باعثِ رنج و تعب نہ ہوں
میں قوم کے ہلاک کا یا رب سبب نہ ہوں

یا رب! عجب ہے کیا نہ کچھ عرصہ دراز
پیدا ہو مرے قتل سے خواہ ان کو امتیاز
کٹوا رہا ہوں اس لئے اپنا سر نیاز
کھل جائے تاکہ قوم پہ اس بات کا بھی راز
آئندہ ظلم و جور و جفا کا نہ نام لے
ہر بات میں تمیز سے یہ قوم کام لے

کیا چیز ہے یہ سر کہ ہو کٹنے کا جس کے ڈر
صدقے ہیں تیری راہ میں ایسے ہزار سر
جنت کی آرزو نہ جہنم کا ہے خطر
یا رب حسین کی تیری خواہش پہ ہے نظر
مرضی تری یہی ہے تو کچھ مجکو غم نہیں،
یہ دشت جنگ بھی مجھے جنت سے کم نہیں

میدان میں گئے جو شہِ آسماں وقار
تیر آئے فوجِ ظلم و شقاوت سے بے شمار
حضرت کے منہ پہ کھچ گئیں تیغیں کئی ہزار
کثرت سے زخم کے تنِ اقدس ہوا فگار
یاد آگئی شجاعتِ ارثی رحیم کو
آخر کہاں تلک غضب آیا حلیم کو

وہ تیغ سر شگاف وہ شوکت حسین کی
وہ دبدبہ وہ چاندنی بس ت حسین کی
وہ رعب وہ شکوہ وہ صولت حسین کی
وہ شیرِ حق کی طرح جلا[illegible] ین کی
اس دن بھا گیا نہیب علی کے نشان پر
قدسی درود پڑھتے تھے مولا کی شان پر

حیرت ہے سب کو دیکھ کے یہ حسن لاجواب ۔۔۔ پچپن برس کی عمر میں پلٹا ہے پھر شباب
رخسار سرخ ہیں کہ شفق رنگ آفتاب ۔۔۔ ماتھا ہے یا کہ طور تجلی ہے بے نقاب
مطلوبِ خاص کیوں نہ ہو کل کائنات کا
سچ ہے کہ آئینہ ہے یہی حسنِ ذات کا

قدسی درود بھیج کے کہتے ہیں برملا ۔۔۔ وَجَّھتُ لِلَّذِی فَطَرَ الاَرضَ وَالسَّما
آتی ہے چار سمت سے مولا کو یہ صدا ۔۔۔ اے کعبۂ مرادِ دو عالم ترے فدا
اس حسنِ بے بدل کا اثر انس و جاں پہ ہے
حیرت سے آپ فتبارک زباں پہ ہے

آنکھیں حضور کی ہیں کہ جامِ مۓ مراد ۔۔۔ کرتے ہیں حسن پہ جان تصدق خوش اعتقاد
کیوں کر بھلا نہ چشم کا ہو مرتبہ زیاد ۔۔۔ حسن آفریں نے ان پہ بنایا ہے آپ صاد
رہ رہ کے ہو رہا ہے یہ ثابت نگاہ سے
واقف ہیں سب کے بختِ سفید و سیاہ سے

عمامۂ رسول ہے مولا کے زیبِ سر ۔۔۔ پھولوں کا تاج فرق پہ رکھے ہے یہ قمر
کاندھے پہ ہیں عبائے محمدؐ جو جلوہ گر ۔۔۔ ساطع وہ نور ہے کہ ٹھہرتی نہیں نظر
پوشیدہ ہے عبا میں بر و کتف و دوش بھی
امت کے خیر خواہ بھی عیب پوش بھی

دستار پر حضور کی وہ آہنی کلاہ ۔۔۔ اس سے خجل ہے مہر تو شرمندہ اس سے ماہ
مغفر میں ہے وہ ضو کہ ٹھہرتی نہیں نگاہ ۔۔۔ جلوہ زرہ کا ہے کہ منور ہے ساری راہ
حضرت امیر کی طرح قوی ہیں وجیہ ہیں

صورت جو دیکھئے تو نبی کی شبیہ ہیں

مولا کے دوش پاک پہ نانا کی ہے عبا
خوشبو سے جس کی گلشن جنت ہے کربلا
حمزہ کی ڈھال ہے سپرِ حفظِ کبریا
تو لے ہوئے ہیں ہاتھ میں شمشیرِ مرتضیٰ

نام آگیا زبان پہ کہ دشمن ہلاک ہے
وہ تیغ ہے کہ آج تلک جسکی دھاک ہے

رکن رکین دینِ نبی جب ہوا سوار
کس شان سے چلا سوئے میداں وہ راہوار
بالیں لٹک رہی تھیں کہ زلفیں تھی مشکبار
ہیکل تھی یا کہ پہنے تھی گردن میں حور ہار

زیور برائے اسپ عرب کا رواج تھا
کلغی نہ تھی دھرے ہوئے ہیرے کا تاج تھا

وہ شان وہ شکوہ وہ مولا کی زیبِ زین
جاتے ہیں بہر جنگ شہ خیبر و حنین
جن و ملک کی بھیڑ ہے رستہ کے جانبین
شوکت پکارتی ہے کہ اب آپ ملے حسین

ہر چشم دیکھنے کے لئے بے قرار ہے
جو ہے وہ راہ میں ہمہ تن انتظار ہے

باندھی تھی قدسیوں نے جدا اک طرف قطار
روحانیوں کو بھی الگ آنے کا انتظار
احرا ہیں ہوا پہ زیارت کو بے قرار
حوریں لئے کھڑی ہیں جواہر پئے نثار

پرتو فگن جو مہر امامت کو پاتے ہیں
سب جھک کی کہہ رہی ہیں کہ تشریف لاتے ہیں

منظور ہے کہ جلد ہو طے منزلِ عدم
گھوڑے کو ہے یہ حکم کہ کچھ تیز کر قدم
گھوڑا بھی جانتا ہے کہ ہے وقتِ مغتنم
ہے آخری سواری شاہنشہِ امم

حکم امام ہے سر مو کوئی بل نہ ہو
طاعت میں کوئی تگ و دو میں خلل نہ ہو

ہرنے سے لپکے آپ نے ڈھیلی جو کی لگام — سیدھا رواں ہوا سوئے جنگاہ خوشخرام
ہٹی سپہ بلا کی طرح فوجِ روم و شام — ڈنکے ہوئے صفوں میں کھلیں برقیں تمام
بڑھنے لگے قدم سپہ نابکار کے
اُٹھنے لگے زمیں سے تودے غبار کے

گھوڑوں کو ایڑ کر کے بڑھے بانیِ ستم — ششتے اڑے ہوا سے لچکنے لگے علم
کڑکوں کا شور سن کے پیادے ہوئے بہم — چمکیں سروں پہ برق کہ تیغیں ہوئیں علم
ڈھالوں سے دن مثال شبِ تار ہو گیا
نیزے ہوئے بلند کہ نیزار ہو گیا

جنبش ہوئی جو فوج کو ہلنے لگی زمیں — سیل آئی موج خیز ہوا بحرِ آہنیں
آگے ہوئے صفوں سے یلانِ سپاہِ کیں — خالی تھی باغیوں سے نہ خس بھر زمیں کہیں
گھیرا جو چار سمت سے مردم نے راہ کو
تِل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی نگاہ کو

جاہل ترین قوم کا ہے فوج میں ہجوم — بھولے نہیں ہیں کفر کے اس وقت تک رسوم
ترغیب دے رہے ہیں بن سعد و شمر شوم — ہیں "اُقتلوا الحسین" کے نعرے علی العموم
ظلم و جفا کی سمت دراز اُنکے ہاتھ ہیں
اکثر خوشی سے بعض باکراہ ساتھ ہیں

بزدل ہیں بدزباں ہیں غبی ہیں خفیف ہیں — میلانِ مالِ غیر ہیں روحیں کثیف ہیں

کانوں کو ہو خراش وہ لہجے عنیف ہیں
افسر سپاہیوں کی نظر میں خفیف ہیں

انسانیت کا صرف بدن پر غلاف ہے
ان وحشیوں میں طور درندوں کا صاف ہے

کلمے وہ ہیں ثقیل کہ لگتی ہے دل پہ چوٹ
اظہار دشمنی میں نہ پردہ نہ کوئی اوٹ
ہیں طینتوں میں مکر و دغا اور دل میں کھوٹ
ابنِ زیاد شوم کے وعدوں پہ لوٹ پوٹ

منکر خدا کے جانب حق سے پھرے ہوئے
مقہور آپ اپنی بلا میں گھرے ہوئے

بجتے ہیں طبل و بوق صدائیں ہیں خوفناک
گھوڑے بھڑک بھڑک کے ہوئے جاتے ہیں ہلاک
جاتی ہے پھر پلٹتی ہے کاخ فلک سے خاک
ہے گرد کا سمک سے گھٹا ٹوپ تا سماک

ڈھالیں ہیں یا کہ ابر کے ٹکڑے ہوا میں ہیں
نیزوں کے پھل نہیں ہیں ستارے گھٹا میں ہیں

تھرا رہے ہیں خوف سے دل بولتا ہے رن
شیروں کے بھی حواس ہوئے جاتے ہیں ہرن
آگے ہر اک پرے کے ہے کڑکیت نعرہ زن
ایک ایک اپنے زعم میں ہے پیلِ صف شکن

فولاد پوش بادۂ نخوت پیئے ہوئے
بل کر رہے ہیں گرزِ گراں سر لیئے ہوئے

اُمڈی ہوئی ہے فوجِ ستمگر موج ہر طرف
افسر ہیں بے اصول تو بے قاعدہ ہے صف
تیوری چڑھی ہے غیظ سے ہے سب کے منہ میں کف
قرنا کا غل مہیب بھیانک صدائے دف

لشکر ہے یا کہ جوش پہ دریا کی موج ہے
گویا مقابلے میں کئی لاکھ فوج ہے

کس درجہ مطمئن ہے وہ سلطانِ حق شناس
گویا کہ غیر دوست نہیں کوئی آس پاس

اُس دم سوائے ذاتِ امامِ فلک اساس
جنّات کیا ملک کے بھی باقی نہیں حواس
مصروف یادِ حق میں لبِ چشم و گوش ہے
رحم و کرم کے ساتھ شجاعت کا جوش ہے

مشغول تھے دُعا میں شہِ آسمان سریر
لشکر سے آ رہے تھے علی الاتصال تیر
پتھر بھی بڑھ کے پھینک رہے تھے کئی شریر
ڈوبا تھا خون میں وہ بنیِ کا سرِ منیر
اُمڈی تھی فوج شیرِ الٰہی کے لال پر
روتی تھی بیکسی مرے سید کے لال پر

حضرت حسینؑ نے خیمہ سے برآمد ہو کر دشمنوں کی صف کے روبرو استادہ ہو کر فرمایا

انا ابن علی الخیر من آل ھاشمی
کفانی بھذا مفخرا حین افخر
وجدی رسول اکرم من مشی
ونحن سراج اللّٰہ فی الناس یزھر
وفاطمۃ اُمی سلالۃ احمد
وعمی یدعیٰ ذوالجناحین جعفر
وفینا کتاب انزل صادقًا
وفینا الھدیٰ والوحی یذکر

جد من خیر الورا افاضل ترین انبیا ست
آفتابِ اوجِ عزت شمع جمع اصفیا ست
منقبتہائے پدر گر بر شمارم دور نیست
در دُرجِ لافتی و بدر بُرجِ ہل اتیٰ ست
مادرم خیر النساء فرزند خامس مصطفیٰؐ است
بر کمال او کلام "بضعۃ منی" گواہ است
ور برادر گر بپرسی ہست شاہِ دیں حسنؑ
آنکہ سبط مصطفیٰؐ و نور چشم مرتضیٰ ست
ہست عم جعفر طیار کاندر باغ خلد
دائما پرواز او تا آستاں کبریا ست
حمزہ سر خیل شہیداں باشدم عمِ پدر
ایں چنیں اصل و نسب در جملہ عالم کراست
اے ستمگاران سنگین دل کہ اخلاق شما
بیوفائی و نفاق و حیلہ و جور و جفا ست
جملہ فرزندان و خویشان و عزیزان مرا
قتل کردید این چہ آئین است ایں

گشتن من درکدامی مذہب و ملت رواست	ایں زماں بہر ہلاک من کمر ہا بستہ اید
	تشنہ لب رفتند یاران و من از پی میروم در قیامت حضرت حق حاکم ما و شما است

حضرت حسینؓ کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپ نے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اکھاڑ دیئے عبداللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا۔ روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا۔ اور اُن کے بالکل قریب پہونچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا مگر یہ خیال کر کے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے ان پر حملے ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ جس طرف بڑھ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اس وقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو، ایسا شجاع ثابت قدم، مطمئن اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ علیہا السلام خیمہ سے باہر نکلیں ان کے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔ یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسینؓ سے بالکل قریب ہو گیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا۔ اے عمر کیا ابو عبداللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے؟ عمر نے منھ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور ڈاڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

لڑائی کے دوران میں آپ کو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا۔ اچانک ایک تیر آیا اور آپ کے حلق میں پیوست ہو گیا آپ نے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چُلّو خون سے بھر گئے۔ آپ نے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے ؎

تو نیز بر سرِ بام آکہ خوش تماشائیست

پھر آپ اپنے خیمہ کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا اگر تم میں دین نہیں اور تم روزِ آخرت سے ڈرتے نہیں۔ تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو میرے خیمہ کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو۔ شمر نے جواب دیا اچھا ایسا ہی کیا جائے گا اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا۔

آخری تنبیہ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا۔ تمہارا بُرا ہو! کیا انتظار کر رہے ہو۔ کیوں کام تمام نہیں کرتے۔ اب ہر طرف سے پھر نرغہ ہوا آپ نے پکار کر کہا۔ کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو اُبھارتے ہو، واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہ ہوگا۔ جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا۔

شہادت مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا پھر شانہ پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُس نے ایک شخص سے کہا

سر کاٹ لے۔ وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا۔ مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا۔ خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے! پھر جوش سے اترا آپ کو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر لیا! جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے۔

قاتل | سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اُسکی عجب حالت تھی جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا وہ اُس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا ان کا سر کاٹ نہ لیجائے۔ قاتل نے سر کاٹ لیا۔ خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمرو بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا ؎

اوقر رکابی فضت و ذهبا　　　انا قتلت الملك المحجبا

مجھے چاندی سونے سے لاد دو میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے۔

قتلت خیر الناس اما و ابا　　　وخیرهم اذ ینسبون نسبا

میں نے اُسے قتل کیا ہے جس کے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے۔

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلایا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا واللہ تو مجنوں ہے۔ پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا۔ پاگل ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا۔

لوٹ | قتل کے بعد کوفیوں نے آپ کے بدن کے کپڑے تک اُتار لئے پھر آپکے خیمہ کی طرف بڑھے زین العابدینؓ بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں۔ لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی کہا، کیا بچوں

کو بھی مار ڈالو گے؟ اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آ گیا اور حکم دیا، کوئی عورتوں کے خیمہ میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دو زین العابدین نے یہ سُن کر اپنی بیمار آواز سے کہا۔ عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا۔

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حضرتِ حسینؑ کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے اب اس کا وقت آیا۔ اُس نے پکار کر کہا۔ اس کام کے لئے کون تیار ہے۔ دس آدمی تیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا۔

ایھا القاتلون جھلا حسینا	ابشروا بالعذاب والتذلیلہ
قد یفتح علیٰ لسان داود	موسےٰ وحامل الانجیل
اندریں غم نے ہمیں ارض و سما بگریستند	کاہل عالم از ثریا تا ثریٰ بگریستند
آفتاب ماہ و عرش و کرسی و لوح و قلم	در غم شاہِ شہیدِ کربلا بگریستند
در ہوائے آں لب محروم از آبِ فرات	ماہی اندر آب و مرغ اندر ہوا بگریستند
در قصور جنّت الفردوس حوراں سر بسر	از برائے خاطر خیر النساء بگریستند

اولیا گشتہ بمہر مرتضیٰ زاری کناں
انبیا بر اتفاق مصطفےٰ بگریستند

چوں بگزرد نظیری خونی کفن بہ حشر	خلقے فغاں کنند کہ این داد خواہ کیست

اس جنگ میں حضرتِ حسینؑ کے ۷۲ آدمی شہید ہوئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے۔

حضرتِ زینبؑ نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدانِ جنگ سے کوچ کیا۔ اہلِ بیت کی خاتونوں اور بچّوں کو ساتھ لیکر کوفہ روانہ ہو گیا۔ قرہ بن قیس جہینی شاہد ہے)

روایت کرتا ہے کہ ان عورتوں نے جب حضرتِ حسینؑ اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کر سکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر اُن کے قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ علیہا السّلام کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا۔ اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود سلام! دیکھ یہ حسینؑ ریگستان میں پڑا ہے خاک و خون میں آلودہ ہے۔ تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہے۔ ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے راوی کہتا ہے۔ دوست دشمن کوئی نہ تھا جو اِن کے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

بہتّر سر

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے کُل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن، قیس بن الاشعث، عمر بن الحجاج، عزرہ بن قیس یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرتؑ کا سر ابنِ زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرتِ حسینؑ کا سر کوفہ میں لایا) روایت کرتا ہے کہ حسینؑ کا سر ابنِ زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلسِ حاضرین سے لبریز تھی ابنِ زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اُس نے بار بار ایسی حرکت کی تو زید بن ارقم[۱] صحابی چلّا اُٹھے۔ اِن لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ قسم خدا کی میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور انکا بوسہ لیتے تھے۔ یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابنِ زیاد خفا ہو گیا۔ خدا تیری آنکھوں کو رُلائے۔ واللہ اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔ زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے۔ اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابنِ فاطمہؑ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا وہ تمہارے نیک انسان قتل کرتا اور

۱؎ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرتِ انسؓ نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ) ۱۲

تمہارے شریفوں کو غلام بناتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا انھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہے مگر صحیح یہی ہے کہ ابنِ زیاد نے چھڑی ماری تھی۔)

ابنِ زیاد اور حضرتِ زینبؑ

راوی کہتا ہے جب اہلِ بیت کی خاتونیں اور بچے عبیداللہ کے سامنے پہنچے تو حضرتِ زینب کے نہایت ہی حقیر لباس زیب تن تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اُن کی کنیزیں انھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبیداللہ نے پوچھا۔ یہ کون بیٹھی ہے؟ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں آخر اُن کی ایک کنیز نے کہا یہ زینب بنت فاطمہؑ ہیں! عبیداللہ شماتت کی راہ سے چلایا۔ اُس خدا کی ستایش جس نے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا اور تمہارے نام کو بٹہ لگایا! اس پر حضرتِ زینبؑ نے جواب دیا۔ ہزار ستایش اس خدا کے لئے جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت بخشی اور ہمیں پاک کیا نہ کہ جیسا تو کہتا ہی فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا۔ حضرتِ زینبؑ بولیں انکی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس سے وہ مقتل میں پہونچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انھیں ایک جگہ جمع کریگا۔ اور تم باہم اُس کے حضور سوال و جواب کرلوگے۔ ابنِ زیاد غضبناک ہوا اُسکا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا۔ خدا امیر کو سنوارے یہ تو محض ایک عورت ہے عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔

پھر کچھ دیر بعد ابنِ زیاد نے کہا خدا تیرے سرکش سردار اور تیرے اہلِ بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کرے۔ اِس پر حضرت زینبؑ اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں

بے اختیار رو پڑیں۔ انھوں نے کہا واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا۔ میرا خاندان مٹا ڈالا۔ میری شاخیں کاٹ دیں میری جڑ اکھاڑ دی۔ اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ٹھنڈا ہو جائے۔ ابنِ زیاد نے مسکرا کر کہا۔ یہ شجاعت ہے۔ تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا۔ زینبؑ نے کہا عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں یہ تو دل کی آگ ہے۔

ابنِ زیاد اور امام زین العابدین علیہ السّلام

اس گفتگو سے فارغ ہو کر ابنِ زیاد کی نظر زین العابدینؑ علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے ابنِ زیاد نے ان سے اِن کا نام پوچھا۔ اُنھوں نے کہا علی بن الحسین ابنِ زیاد نے تعجب سے کہا۔ کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا ہے۔ زین العابدینؑ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابنِ زیاد نے کہا بولتا کیوں نہیں اُنھوں نے جواب دیا میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا۔ ابنِ زیاد نے کہا لوگوں نے نہیں خدا نے مارا ہے۔ اس پر زین العابدین نے یہ آیتہ پڑھی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ اِس پر ابنِ زیاد چلایا خدا کی قسم تو بھی انھیں میں سے ہے، پھر اِس کے بعد ابنِ زیاد نے چاہا انھیں بھی قتل کر ڈالے لیکن زینب بیقرار ہو کر چیخ اُٹھیں۔ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اِسی کے ساتھ مار ڈال۔ امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا اے ابنِ زیاد اگر تو ان عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد ان کیساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر ان سے برتاؤ کرے۔ ابنِ زیاد دیر تک زینبؓ کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے

لہ خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہے۔ کوئی بھی بغیر اس کے اِذن کے مر نہیں سکتا۔ ۱۲

مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے۔ اچھا لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے[۵]

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی۔ جس نے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو فتحیاب۔ امیرالمومنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور حسینؑ بن علیؑ اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا۔

یہ سُنکر عبداللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہو گئے اور چلائے۔ خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو ہے۔ ابن زیاد نے یہ سُن کر انھیں قتل کر ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسینؑ کا سر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے جس وقت زحر بن قیس پہونچا۔ میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اس سے سوال کیا۔ کیا خبر ہے۔ قاصد نے جواب دیا۔ فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں حسین بن علیؑ اپنے اٹھارہ ۱۸ اہل بیت اور ۶۰ حمایتوں کے ساتھ ہم تک پہونچے۔ ہم نے انھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کردیں۔ ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کیساتھ ہی ان پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں ان کے سروں پر پڑنے لگیں۔ تو اس طرح ہر طرف بھاگنے لگے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے۔ جس طرح کبوتر

[۵] ابن جریر کامل ۱۲۰

بازسے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سب کا قلع قمع کر دیا۔ اس وقت ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ ان کے خون میں تر بتر ہیں۔ اُن کے رخسارے غبار سے میلے ہو رہے ہیں۔ ان کے جسم دھوپ کی شدّت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گدوں کی خوراک بن گئے ہیں۔

یزید رونے لگا | راوی کہتا ہے یزید نے یہ سنا تو اُس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ کہنے لگا بغیر قتل حسینؑ کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابنِ زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؑ سے ضرور درگذر کر جاتا خدا حسینؑ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے! قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا۔

یزید کا تاثر | یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسینؑ اور ان کے اہلِ بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُس نے یہ شعر پڑھا ۵

یفلقین ھامامن رجال اعزۃ	علینا وھم کانوا عق واظلما

تلواریں ایسوں کے سر پھاڑتی ہیں۔ جو ہمیں عزیز ہیں۔ حالانکہ دراصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا، واللہ اے حسینؑ! اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔

اہلِ بیت دمشق میں | حضرتِ حسینؑ کے سر کے بعد ابنِ زیاد نے اہلِ بیت کو بھی دمشق روانہ کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محفر بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدینؑ کے ہاتھ و پاؤں اور گردن میں زنجیر ڈال دی گئیں آپ راستہ بھر خاموش رہے کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور خواتین اسلام اونٹوں پر بغیر محمل کے سوار کرائی گئیں۔ غرضکہ یہ قافلۂ مظلوم یزید کے دروازہ پر پہونچکر محفر بن ثعلبہ چلایا "میں امیرالمومنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں"

ا۵ ابن جریر ۳۸۲

یزید یہ سُن کر خفا ہوا۔ کہنے لگا! مخضر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا"۔

یزید اور امام زین العابدین پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا اہلِ بیت کو بھی بٹھایا اور زین العابدین سے مخاطب ہوا۔ اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا۔ میرا حق بھلایا۔ میری حکومت چھیننا چاہی۔ اس پر خدا نے اس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو۔ امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتَاکُمْ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ [۱]

یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا اس نے اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تب یزید نے خالد سے کہا کہتا کیوں نہیں وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ [۲] پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ انھیں اپنے قریب بلا کر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہو رہی تھی دیکھکر متاسف ہوا اور کہنے لگا خدا ابنِ مرجانہ کا برا کرے! اگر تم سے اس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا۔

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو حضرتِ فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُس نے ہم پر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا

---

[۱] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

[۲] جو مصیبت بھی آتی ہے خود تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہے اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کر دیتا ہے۔

اسی اثناء میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ امیر المومنین یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے پکار کر کہا تو کمینہ ہے نہ تجھے اِس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہے اِس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا کہنے لگا تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں: زینب نے کہا ہرگز نہیں۔ خدا نے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہے کہ تم ہماری ملّت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لو۔ یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا کہنے لگا دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہے۔ زینب نے بلا تامل جواب دیا، اللہ کے دین سے میرے باپ کے دین۔ میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید چلّایا، اے دشمن خدا تو جھوٹی ہے زینب بولیں تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے۔ حضرتِ فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سُن کر شاید یزید شرمندہ ہو گیا کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے غضبناک آواز میں اسے ڈانٹ بتائی، دور ہو کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے۔

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و امراء کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا۔ مگر نعمان بن بشیر نے کہا۔ ان کے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اس حال میں دیکھ کر کرتے۔ حضرت

فاطمہ بنت حسینؑ نے کہا۔ اے یزید یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں کیا قیدی بنائی ہیں۔ اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہو گئی اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ یزید نے جواب دیا نہیں بلکہ آزاد و بزرگ بیبیاں ہیں اپنے چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ تم دیکھو گی کہ انھوں نے بھی کیا ہے جو تم نے کیا ہے[۱]۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ ان کے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثناء میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ ہند بنت عبداللہ یزید کی بیوی نے منہ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا۔ امیر المومنین کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہے۔ یزید نے کہا ہاں! تم خوب روؤ، بین کرو۔ رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو ابن زیاد نے بہت جلدی کی۔ قتل کر ڈالا۔ خدا اسے بھی قتل کرے۔"

اس کے بعد یزید نے حاضرینِ مجلس سے کہا تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہے۔ یہ حسینؑ کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ اُنھوں نے سوچا میرا باپ یزید کے باپ سے افضل ہے میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علیؓ اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ ہاں اُن کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے افضل تھی تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہے فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے افضل تھی۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ اُنکے نانا میرے نانا سے افضل تھے۔ تو قسم خدا کی، کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت

---

[۱] عقد الفرید ابن عبد البر مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۹

پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی وہ یہ آیتہ بالکل بھول گئے۔ اللھم مالک الملک توئی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیٔ قدیر (ایضا) پھر اہلبیت کی خاتونیں یزید کے محل میں پہنچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی زرمی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسینؑ نے اس سے کہا اے یزید! کیا رسول اللہ صلعم کی لڑکیاں کنیزیں ہو گئیں۔ یزید نے جواب دیا۔ اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا۔ فاطمہ نے کہا۔ بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی۔ یزید نے کہا تم لوگوں کا جتنا گیا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا۔ چنانچہ جس نے اپنا جتنا نقصان بتایا اس سے دوگنا تگنا دیدیا۔ یزید کا دستور تھا روزِ صبح شام کے کھانے میں علی بن حسینؑ کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرتِ حسنؑ کے کمسن بچے عمر کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا تو اس سے لڑیگا اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمر بن حسنؑ نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جوابدیا۔ یوں نہیں ایک چھری مجھے دو اور ایک چھری اسے دو پھر ہماری لڑائی دیکھو۔ یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسنؑ کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا۔ سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے۔"

یزید کی زود پشیمانی

یزید نے اہلِ بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُنکا ذکر کرتا اور بار بار کہتا۔ کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا۔ حسینؑ کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑجاتی۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی

خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جس نے حسینؑ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسینؑ نے کہا تھا۔ میرے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے مگر ابن زیاد نے انکی کوئی بات بھی نہیں مانی اور قتل کر ڈالا۔ ان کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر، خدا کا غضب ابن مرجانہ پر۔

اہل بیت کو رخصت کرنا | پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا، ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسینؑ کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں انکی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا۔ اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا۔ جو ہو چکا دیکھو مجھ سے برابر خط و کتابت کرتے رہنا۔ جو ضرورت بھی پیش آئے مجھے خبر دینا۔ بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں، میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا۔

اہل بیت کی نیکنامی | یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ تو حضرت زینب بنت علیؑ اور حضرت فاطمہ بنت حسینؑ نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اُسے بھیجے اور کہا یہ تمہاری نیکی کا بدلہ ہے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہیں دیں۔ اس شخص نے زیور واپس کر دیئے اور کہلا بھیجا۔ واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے تھا۔

مدینہ میں ماتم | اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں جانگسل خبر پہونچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی

خاتونوں نے سُنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرتِ عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں ؎

ماذا تقولون ان قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم اٰخر الامم

کیا کہو گے جب نبیؐ تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری اُمت ہو ؎

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی	منھم اساریٰ ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں[۵۱]۔

شہدائے کربلا

اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ حضرتِ عباس[۱] و جعفر[۲]۔ عبداللہ[۳] و عثمان[۴] (یہ سب ام البنین بنت خرام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے) محمد[۵] (یہ ام الولد کے لڑکے تھے) ابوبکر[۶] (ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت مسعود[۵۲] تھا۔

اولاد حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہٗ علی[۷] (انکی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ ثقفی تھیں) عبداللہ[۸] آپ کی والدہ رباب بنت امرالقیس کلبی تھیں)

اولاد حضرت حسن علیہ السلام ابوبکر[۹]۔ قاسم[۱۰]۔

اولاد عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب عون[۱۱]۔ محمد[۱۲]۔

اولاد عقیل بن ابی طالب جعفر[۱۳]۔ عبدالرحمٰن[۱۴]۔ عبداللہ[۱۵]۔ عبداللہ[۱۶] بن مسلم بن عقیل۔ محمد[۱۷] بن ابی سعید بن عقیل۔ یہ سترہ بزرگ اہل بیت اطہار سے تھے ۵۲ آدمی اعوان انصار سے تھے۔

---

۵۱ الہلال ۱۹۲۶ء ۵۲ عمدۃ المطالب فی نسل ابی طالب۔ ۱۲

کوفیوں کا انجام

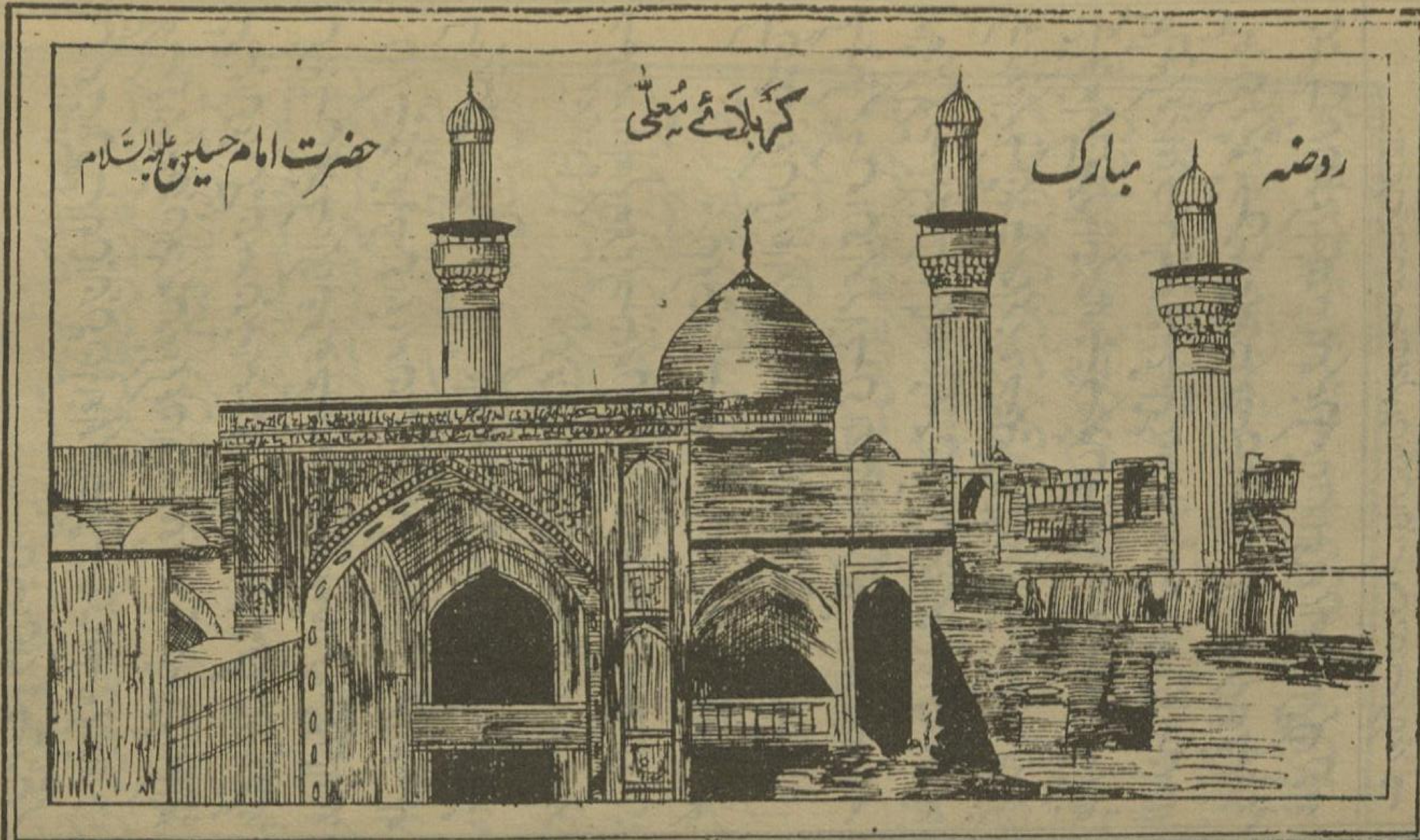
حادثہ کربلا کی خبروں نے مسلمانوں میں ایک عام تہلکہ مچا دیا۔ اہل مدینہ نے یہ خبر حادثہ سنکر یزید پر لعنت کی اور اس کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکالدیا اس خبر سے جھنجلا کر یزید پلید نے ایک زبردست فوج مسلم بن عقبہ کے ماتحت جو سفاک ملعون کے نام سے مشہور ہے۔ اہل مدینہ کے خلاف روانہ کی اور مقام حرا پر ایک سخت جنگ ہوئی جسمیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے۔ ۳۰۶ شرفائے قریش و انصار اور انکے علاوہ ان سے دوچند دوسرے حوالی مدینہ اس جنگ میں کام آئے۔ مدینہ طیبہ کی سخت بیحرمتی کی گئی۔ مسجد نبوی کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا گیا۔ دیگر اسلامی عمارات منہدم کی گئیں اس وحشیانہ حرکت سے صرف حضرت زین العابدینؑ دوسرے علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بچ رہے باقی تمام لوگ تہ تیغ کیے گئے یا غلام بنائے گئے جو بچے جیسے ہو سکا غیر ملکوں کو بھاگ گئے۔

مدینہ منورہ کی تباہی اور غارتگری کے بعد یہ شامی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا یہاں حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ "مکہ مبارکہ" کا محاصرہ کیا اور حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس و قیعقعان پر منجنیق نصب کرا دیں جو شب و روز خانہ کعبہ پر سنگ باری کرتی تھیں ماہ محرم و صفر اسی حالت سے گذرا ربیع الاول کی تیسری کو شامیوں نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی چھت اور پردے جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ ہنوز لڑائی کا خاتمہ نہوا تھا کہ اس طرف یزید بن معاویہ بمقام حوران سرزمین شام میں ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو بعمر ۳۸ سال یکایک

ل۵ عقد الفرید ابن عبدالبر مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۳۱۲۔



روضه مبارک
حضرت مسلم رض


روضہ مبارک
کربلائے معلی
حضرت امام حسین علیہ السلام

مر گیا جس سے یہ لڑائی رُک گئی۔[ف]

واقعہ کربلا کے بعد ہی ۶۱ھ سے پھر ہواخواہان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں پھر ایک جوش و خروش پیدا ہوا اور خود کردہ پشیمان ہو کر کوفہ میں پھر سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر مجتمع ہوئے اس مجمع میں مسیب بن نخبہ فزاری و عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی و عبداللہ بن وال تمیمی و رفاعہ بن شداد بجلی وغیرہم موجود تھے بعد بحث و تکرار کے سبھوں نے بغرض طلب معاوضہ خون حسین علیہ السلام سلیمان بن صرد خزاعی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اُس نے خفیہ طور پر اپنے ہم خیال لوگوں کی تعداد بڑھانی شروع کی ۶۴ھ میں یزید کے مرنے سے اور زیادہ تعداد ان لوگوں کی پیدا ہو گئی۔

اہل کوفہ نے عمرو بن حرث (جو ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا) اُسکو کوفہ سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت پر بیعت کر لی۔

یزید کے مرنے کے چھ ماہ بعد مختار بن ابو عبید وارد کوفہ ہوا اور لوگوں کو خون حسین کے معاوضہ لینے پر اُبھارنے لگا۔ سلمان خزاعی کے تمام ہمراہی اس کے شریک ہو گئے سلمان خزاعی سولہ ہزار آدمیوں سے قاتلین حسینؑ سے لڑنے کے لئے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں بیعت لی۔ اُس کے بعد ۶۵ھ کو نخیلہ سے روانہ ہو کر حضرت حسینؑ کے مزار پر پہونچے چلا کر رو پڑے ایک شبانہ روز تک یہاں ٹھہرے رہے اور حضرت امام حسین کے ساتھ چھوڑ دینے اور ان کے ہمراہ ہو کر نہ لڑنے پر روتے اور پچتاتے رہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر عین الوردہ پر پہونچے شام کا لشکر مقابل ہوا تو سلیمان کے صرف مقدمۃ الجیش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جہاں شامی لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن زیاد کو ہوئی تو اُس نے حسین

[ف] یزید کی حکومت تین برس ۶ مہینہ رہی اس کی ماں کا نام میسون بنت سحدل بن انیف کلبیہ تھا۔

بن نمیر کو بسرافسری بارہ ہزار لشکر کے جمادی اوّل ۶۵ھ کو مقام عین الورد پر روانہ کیا جہاں ہر دو فوجیں مقابل میں صف آرا ہوئیں۔ آخرش لڑائی شروع ہو گئی شام ہوتے ہوتے شامی لشکر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا مگر شب کی تاریکی سے دونوں فوجیں رک گئیں پھر کئی روز تک جنگ ہی آخر میں شامی لشکر کو فیروز فتحیاب ہوا یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور کوفہ لوٹ آئے اور مختار بن عبید کے شریک ہو گئے اُس نے معہ اپنے ہمراہیوں کے پھر کوفہ کے قصر امارت پر قبضہ کر لیا اور دوسرے روز صبح مسجد میں مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور لوگوں کو محمد بن الحنفیہ کی بیعت کی طرف بلایا۔ شرفار کوفہ نے کتاب وسنت اور اہلِ بیت کی ہمدردی پر بیعت کی اور اُس نے بھی ان لوگوں سے حُسن سلوک کا وعدہ کیا آخر کار مختار کوفیوں کی فوج مرتب کر کے شامیوں کی سرکوبی کو تیار ہوا اوّلاً ان کوفیوں کو قتل کرنا شروع کیا جو شہادت حضرتِ حسین میں شریک تھے۔ مختار کے غلام کو شمر بن ذی الجوشن نے قتل کر کے قریہ کلتانیہ میں روپوش ہو گیا۔ ابو عمر ہمنشیں مختار کو جو خبر لگی معہ اپنے ہمراہیوں کے شمر پر حملہ بول دیا سات سو اسّی آدمی مارے جانے پر لڑائی کا خاتمہ ہوا شمر قتل ہوا اُس کی لاش کتوں اور مردار خوار جانوروں کے آگے ڈالدی گئی یہ واقعہ ۶۶ھ کا تھا۔

اس واقعہ کے بعد شرفار کوفہ خوفزدہ ہو کر بصرہ کیجانب نکل کھڑے ہوئے۔ مختار قاتلین حضرتِ حسینؑ بن علی کو چُن چُن کر قتل کرنے لگا۔ عبیداللہ بن اسد جہنی۔ مالک بن نسیر کندی حمل بن مالک محاربی کو قادسیہ سے گرفتار کر کے قتل کیا بعد ازاں زیاد بن مالک ضبعی عمران بن خالد عشری۔ عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ بجلی۔ عبداللہ بن قیس خولانی نے واقعہ کربلا میں حضرتِ حسینؑ کا اسباب لوٹا تھا پا بزنجیر حاضر کئے گئے۔ مختار نے سبھوں کو قتل کرا دیا۔ پھر عبداللہ بن طلحہ۔ عبداللہ بن وہب ہمدانی پیش کئے گئے جو قتل کر ڈالے گئے۔

عثمان بن خالد جہنی، ابو سما بشر بن سیط قابسی۔ جنھوں نے عبدالرحمٰن بن عقیل کو شہید کیا تھا۔ اس کو قتل کرکے آگ میں جلا ڈالا گیا۔

خولی بن یزید اصبحی جس نے امام عالی مقام کا سر اُتارا تھا۔ اُس کا سر کاٹ کر اُسکی لاش کو جلوا دیا گیا۔

ان لوگوں کے قتل ہونے کے بعد عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا سر ابو عمرہ کاٹ لایا۔ مختار کے پاس اسوقت اُسکا لڑکا حفص بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے دریافت کیا یہ کس کا سر ہے۔ اس نے کہا اب زندگی کا مزہ نہیں ہے مختار نے کہا عمرو بن سعد بعوض خون حسین علیہ السلام تھا تو علی اکبر کے عوض میں سہ ہے اور سر کاٹ کر ان دونوں کے سروں کو حضرت محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیجدیا۔

حکم بن طفیل طائی جس نے حضرت حسینؑ پر تیر چلائے تھے اور حضرتِ عباسؑ کا اسباب لیا تھا اسکو بھی قتل کر دیا۔ اور زید بن سقاد صبانی کو قتل کیا۔ سنان بن انس (جس نے حسینؑ بن علی کو شہید کیا تھا) وہ بصرہ بھاگ گیا اور عمرو بن صبح صدائی کو برچھی سے مروا ڈالا۔

سنہ ۶۶ھ میں مہم کوفہ سے مختار نے فراغت کرکے ابنِ زیاد کے قتل کرنے کے لئے ابراہیم بن اشتر کو موصل کی طرف روانہ کیا۔ ابراہیم بن اشتر کوفہ سے معہ نامور شہسواروں اور معہ کرسی علی ابن ابی طالب کے روانہ ہوکر عراق کو چھوڑتا ہوا سرزمین موصل پہنچا۔ جہاں ابنِ زیاد قابض تھا ابن زیاد کی فوج بھی مقابل آئی خوب جگر رن پڑا آخر شامیوں کو شکست ہوئی اور اسمیں ابنِ زیاد مارا گیا۔ لبِ نہر دو ٹکڑے لاش کے پڑے ملے ابراہیم نے سر کاٹ کر نعش کو جلا ڈالا اس کے بعد حصین بن نمیر بھی مارا گیا۔ شرجیل بن ذی الفلاح حمیری جو سواران شام کا سپہ سالار تھا وہ بھی اس جنگ میں کام آیا آخرش فتحمند گروہ معہ سر ابنِ زیاد آئے سر کو مدائن مختار کے

پاس بھیجدیا۔[۵] مختار جب تک قاتلین حسین اور شرفار کوفہ کو نیست نابود کرچکا تو اس نے صلحار امت کے استیصال کی فکر کی اور مدعی نبوت ہوا عبداللہ بن زبیر نے اس کی سرکوبی کے لئے مصعب کو مع لشکر کے بھیجا۔

ابراہیم بن اشتر اور سرداران کوفہ نے مختار کو گرفتار کرکے مصعب کے سپرد کردیا۔ مصعب نے مختار کو قتل کرادیا۔ غرضکہ ان بدکردار کوفیوں کا یہ انجام ہوا۔

مرثیہ

مررت علی ابیات آل محمد	فلم ارھا امثالھا حین حلت
فلا یبعد اللہ البیوت واھلھا	وان اصبحت منھم برعمی اتخلت
وکانوا رجاء ثم عادوا رزیۃ	لقد عظمت تلک الرزایا وجلت
اولئک قوم لم یشیموا سیوفھم	ولم تنک فی اعدائھم حین سلت
وان قتیل الطف من آل ھاشم	اذل رقابا من قریش فذلت
الم تران الارض اصحت مریضۃ	لفقد حسین والبلاد اقشعرت
وقد عولت تبکی السماء لفقدہ	
وانجمھا ناحت علیہ واصلت	سلیمان بن قتبہ

ترجمہ (۱) میں آل محمدؐ کے گھروں پر گذرا تو میں نے انکو ویسا نہ پایا جیسے وہ پہلے آباد تھے۔
(۲) اللہ گھروں کو انکے لوگوں سے جدا نہ کرے۔ اگرچہ آل محمدؐ کے گھر میرے گمان میں خالی ہوگئے۔
(۳) پہلے وہ امن میں تھے پھر مصیبت میں پڑگئے۔ اور وہ مصیبتیں بہت سخت اور ظاہر تھیں
(۴) یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی تلواروں کو میان سے باہر نکالا۔ اور جب وہ نکالی گئیں تو

[۵] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۱۵۰ و ۱۹۲
[۶] عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۳۱۹ مطبوعہ مصر

ان کے دشمنوں کو قتل نہ کیا۔

(۵) اور بیشک چند مقتول آلِ ہاشم کے۔ قریش میں ذلیل تر تھے اور قریش خود ذلیل ہوگئے۔

(۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین بیمار ہوگئی۔ حسین کے نہ رہنے سے اور ملک کانپ اُٹھے۔

(۷) اور آسمان اُن کی جدائی سے رونے لگا اور اس کے ستاروں نے نوحہ کیا اور فرشتوں نے دُعائے رحمت مانگی۔

مرثیہ دوم

ویلك یا قاتل الحسین لقد	بؤت یحمل ینوء بالحامل
ای حبا حبوت احمدنی	حفرتہ من حرارہ الثاکل
تعال فاطلب عند اشفاعتہ	وانهض فردوضه مع الناهل
ما اشك عندی بحال قاتله	لکننی اشك بالخاذل
کانما انت تعجین.. الا	تنزل بالقوم نقمة العاجل
لا یعجل اللہ ان عجلت وما	ربك عما ترین بالغافل
ماحصلت لامرء سعادته	حقت علیه عقوبة الآجل

ترجمہ - تیری خرابی ہو اے قاتل حسین بیشک۔ تو نے ایسا بار اپنے سر پر لیا جو اپنے اٹھانے والے کو تھکا دیتا ہے۔

(۲) تو نے کیا کام کیا تو نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر میں رُلایا۔ آ اور کل ان کی شفاعت طلب کر۔

(۳) اُٹھ اور پہنچنے والوں کے ساتھ انکے حوض (کوثر) پر جا۔ مجھے ان کے قاتل کے متعلق تو کچھ شک نہیں ہے۔

(۴) شک تو مجھے اُنکے حال پر ہے جنھوں نے اُنکا ساتھ نہ دیا۔ اے آنکھ تو کیوں تعجب کرتی ہے۔

سے ۵ : سد الغا - جلد سوم صفحہ ۲۹

(۵) اس بات سے کہ ان لوگوں پر فوراً عذاب کیوں نہ نازل ہوا۔

(۶) اللہ جلدی نہیں کرتا گو تو جلدی کرے۔ اور تیرا پروردگار ان باتوں سے غافل نہیں۔

(۷) اُس شخص کو نیکبختی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس پر آئندہ عذاب آنے والا ہو۔

مناقب امام ہمام علیہ السلام

جانِ حبیب خالقِ اکبر حسینؑ ہے
نورِ نگاہِ حیدرِ صفدر حسینؑ ہے

مختارِ کارخانۂ داور حسینؑ ہے
روشن ہے جس سے عرش وہ اختر حسینؑ ہے

الفت ہو کیوں نہ انکی ہماری سرشت میں
لیجائے گا انھیں کا وسیلہ بہشت میں

طغرا نویس لوحِ شریعت حسینؑ ہے
آئینہ جمالِ طریقت حسینؑ ہے

ابرِ عطا و سایۂ رحمت حسینؑ ہے
عالم میں آبروئے شہادت حسینؑ ہے

ہمت انھیں خلق میں سرتاج ہو گئی
ان کے سبب سے صبر کو معراج ہو گئی

سلطانِ شرع و خسروِ گیتی ستانِ دیں
شاہِ زماں۔ خدیوِ زماں فرمانِ دیں

مہرِ مبینِ دیں قمرِ آسمانِ دیں
مصباحِ بزمِ دیں خضرِ گمرہانِ دیں

رشکِ دریا کا وہم تھا وہ وہم بھی گیا
حضرت کے جان دینے سے اسلام جی گیا

آمادہ اپنی مرگ پہ ہو جو فلک مقام
سُن سُن کے حرفِ سخت بہ نرمی کرے کلام

ہرگز نہ ہو عدو سے بھی خواہانِ انتقام
ایسا بجز حضور کے کس سے ہوا امام

عالم نہ اسکے حال پہ کیوں کر ہلاک ہو
قاتل کے جو مآل پہ افسوسناک ہو

لکھ لکھ کے خط بہ شوق و تمنا جسے بلائیں / افسوس اُسکے ساتھ عداوت سے پیش آئیں
سب مل کے اُسکے قتل پہ یوں آستین چڑھائیں / واحسرتا غریب مُسافر کو یوں ستائیں
بدلی ستم کی فوج کی مولا پہ چھا گئی
اے دہر تجھ پہ تف ہے قیامت نہ آ گئی

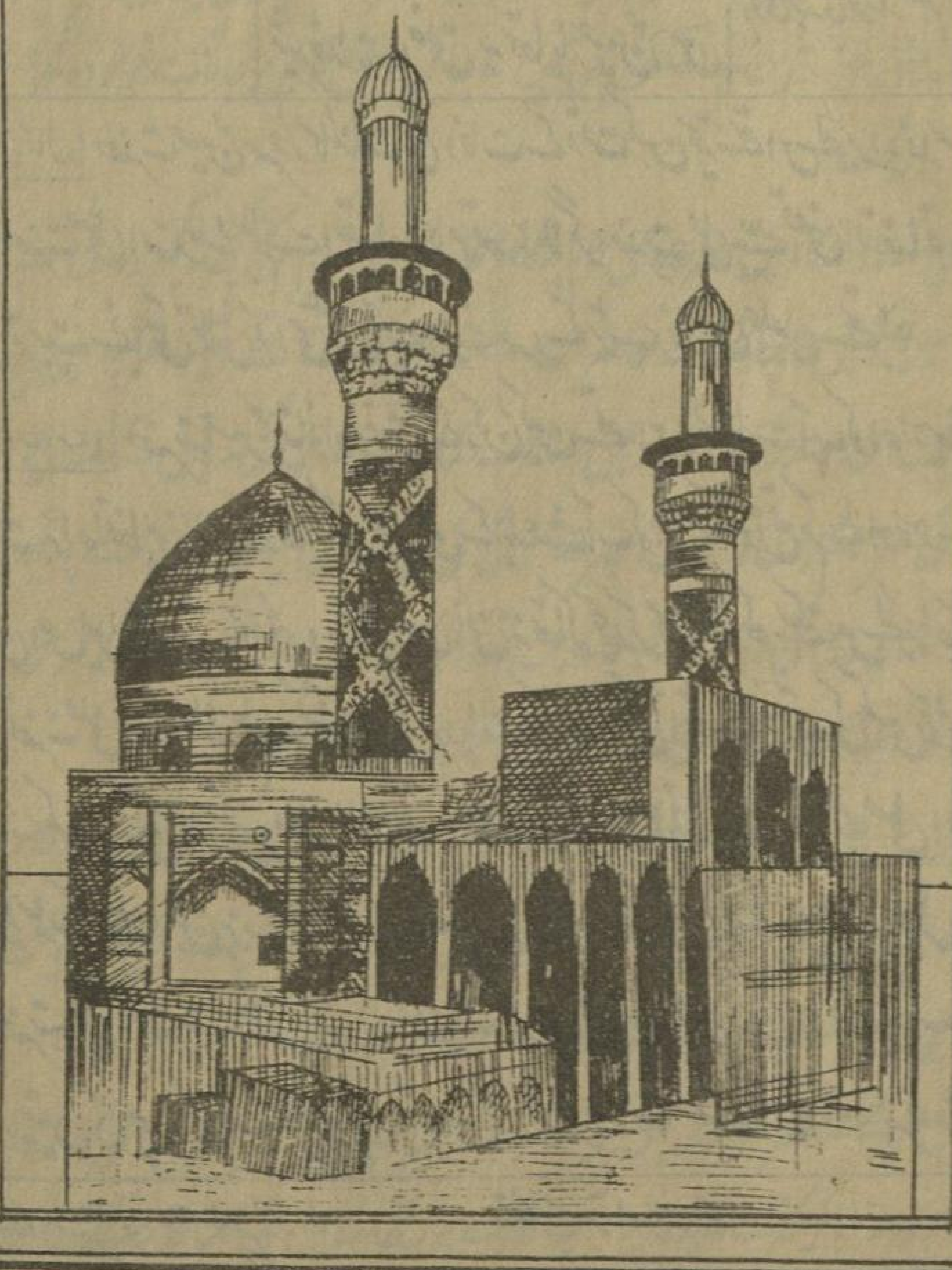
گرمی کی فصل اور وہ سولہ پہر کی پیاس / حلقے پڑے تھے چشم میں تھا رنگ رُخ اداس
خالی کٹورے لے کے بچے کھڑے تھے پاس / اب آئیگا اب آئیگا پانی یہی تھی آس
ممکن تھی ایک بوند نہ منہ میں چوانے کو
پانی کہاں تھا آگ لگی تھی زمانے کو

حد بیاں سے بڑھ کے ہیں شاہا ترے صفات / حقا کہ فرد دونوں جہاں میں ہے تیری ذات
ہنگامِ قتل کیا متزلزل تھے شش جہات / مولا مگر تھا ترے قدم کو وہی ثبات
رخنہ خضوع میں تو دُعا میں خلل نہ تھا
خنجر گلے پہ تھا مگر ابرو پہ بل نہ تھا

تڑپا جو کھا کے ظلم کی برچھی جواں پسر / پھر وہ پسر کہ جس پہ تھا عاشق تمام گھر
یوسف جمال نورِ نظر پارۂ جگر / جز شکر منہ سے کچھ نہ کہا آپ نے مگر
روکا نہ آپ کو قلق و اضطراب نے
برچھی کے پھل کو کھینچ لیا خود جناب نے

کھینچا گلے سے اصغرِ معصوم کے جو تیر / کاری بہت تھا زخم قضا کر گیا صغیر

روضہ مبارک حضرت عباس رض علمبردار



اس اپنی کارسازی پہ نازاں تھے وہ شریر | دنیا میں آجتک نہیں اس ظلم کی نظیر

لکھا ہے یوں کہ آپ کا چہرہ اُداس تھا
اپنا نہ تھا نزول بلا کا ہراس تھا

اُمت کا دھیان آج تک ایسا کسے ہوا | ہوتے تھے ذبح لب پہ مگر تھی یہی دُعا
یارب بحقِ خونِ شہیدانِ کربلا | اُمت پہ رحم کر کہ نہایت ہے پُر خطا

قاتل پہ رحم کس نے کیا مشرقین میں
شیرِ خدا میں خلق یہ تھا یا حسینؓ میں

مولوی سید علی محمد شاد عظیم آبادی

فضل و کمال

حضرتِ حسینؓ سرورِ کائنات کی وفات کے وقت کمسن بچّہ تھے اس لئے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کا موقعہ نہ ملا مگر حضرتِ علی جیسے اقضی القضاۃ باپ کی تربیت نے اسکی تلافی کردی اور آپ اپنے عہد کے بڑے فاضل جلیل تھے[۵]

احادیث نبوی

حضرتِ حسینؓ خانوادہ نبوی کے رکنِ رکین تھے۔ اس لحاظ سے آپ کو احادیث کا بہت بڑا حافظ ہونا چاہئے تھا لیکن صغر سنی کے باعث آپ کو اس کے مواقع کم ملے اور جو ملے بھی اس میں ابھی آپ کا فہم و حافظہ اس لائق نہ تھا کہ سمجھ کر محفوظ رکھ سکتے اس لئے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی مرویات کی تعداد کُل آٹھ ہے جو آپ کی کمسنی کو دیکھتے ہوئے کم نہیں کہی جاسکتی البتہ بالواسطہ روایات کی تعداد کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جن بزرگوں سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں اُنکے نام حسب ذیل ہیں حضرتِ علیؓ۔ حضرتِ فاطمہؓ۔ ہند بن ابی ہالہ۔ عمر بن الخطابؓ وغیرہ، جن رواۃ نے آپ سے روایتیں کی ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔ آپ کے برادر بزرگ حضرتِ حسنؓ۔ صاحبزادہ علی اور

[۵] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۲۳۹ [۵۲] استیعاب ابن البر

زید۔ صاحبزادی سکینہ۔ فاطمہ۔ پوتے ابو جعفر الباقر۔ عام رواۃ میں شعبی عکرمہ۔ کرز التیمی سنان بن ابی سنان دولی۔ عبداللہ بن عمرو بن عثمان۔ فرزدق شاعر وغیرہ۔

احادیث | امام زہری نے باسناد علی بن الحسین امام حسینؑ سے یہ حدیث نبوی روایت کی ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ناکارآمد چیز کو ترک کردے۔

مسند احمد و سنن ابو داؤد میں ایک اور حدیث مرفوعاً امام حسین بن علی سے مروی ہے اِنَّ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَاءَ عَلٰی فَرَسٍ۔ سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے ہی پر سوار آئے۔

فقہ و فتاویٰ | قضا و افتار میں حضرتِ علی کا پایہ تمام صحابہ میں بڑا تھا۔ اس کا کچھ نہ کچھ موروثی حصّہ حضرتِ حسینؑ کو بھی ملا چنانچہ انکے معاصر ان سے استفتا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ابن زبیر کو جو عمر میں ان سے بڑے اور خود بھی صاحبِ کمال تھے قیدی کی رہائی کے بارے میں استفتا کی ضرورت ہوئی تو انھوں نے حضرتِ حسینؑ کی طرف رجوع کیا اور اُن سے پوچھا ابو عبداللہ قیدی کی رہائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اسکی رہائی کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے۔ فرمایا ان لوگوں پر جنکی حمایت میں وہ لڑا ہو"۔

اس طرح ایک مرتبہ انکو شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے بارے میں استفتار کی ضرورت ہوئی تو اس میں بھی انھوں نے حضرت حسینؑ کی طرف رجوع کیا آپ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی جب سے بچہ آواز دیتا ہے وظیفہ واجب ہو جاتا ہے"۔

اسی طریقے سے کھڑے ہوکر پانی پینے کے بارے میں پوچھا۔ آپنے اس سوال پر اسی وقت اونٹنی کا دودھ دہا کر کھڑے کھڑے پیا۔ آپ کھڑے ہوکر کھانے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔

چنانچہ بھنا ہوا بکری کا گوشت لے لیتے تھے اور کھاتے کھلاتے چلے جاتے تھے۔

خطابت | ان مذہبی کمالات کے علاوہ اس عہد کے عرب کے مروجہ علوم میں بھی پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ خطابت اس زمانہ کا بڑا کمال تھا۔ آپ کے عہد میں بڑے بڑے آتش زبان خطیب تھے۔ خود آپکے والد بزرگوار حضرت علی اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے۔ نہج البلاغہ کے خطبات آپ کے کمال خطابت کے شاہد ہیں۔ حضرت حسین کو بھی اس موروثی کمال سے وافر حصہ ملا تھا۔ چنانچہ آپ ممتاز خطیبوں میں تھے۔

شاعرانہ ذوق | حضرت امام حسین علیہ السّلام کو شاعرانہ ذوق تھا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت رباب بنت امری القیس الکلبی اور اپنی بیٹی جناب سکینہ کے لئے جو حضرت رباب کے بطن سے تھیں ارشاد فرمائے تھے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّنِي لَاُحِبُّ اَرْضًا	تَحُلُّ بِهَا سَكِيْنَةُ وَالرَّبَابُ
اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ جُلَّ مَالِي	وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِي عِتَابُ
فَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ غَابُوْا مُضِيْعًا	حَيَاتِي اَوْ يُغَيِّبُنِي التُّرَابُ[1]
كَاَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُوْلٌ بِلَيْلٍ	اِذَا زَارَتْ سَكِيْنَةُ وَالرَّبَابُ[2]

ترجمہ (۱) سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے اُلفت رکھتا ہوں۔ جہاں سکینہ اور رباب ٹھری ہوئی ہیں (۲) مجھے ان دونوں سے محبّت ہے۔ میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا۔ (۳) گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں اُنکی غور و پرداخت سے بے خبر نہ رہوں گا۔ جب تک کہ زندہ ہوں اور جب تک کہ مٹی مجھے چھپا نہ دیگی۔ (۴) جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوئی ہوں۔ تو رات ایسی

[1] اغانی [2] روض الانف سہیلی

لمبی نظر آتی ہے۔ گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔

کلمات طیبات | آپ کے کلمات طیبات یعنی چھوٹے چھوٹے پر حکمت مقولے بہت سبق آموز اور اخلاقی نکات کے دفتر ہیں۔ فرماتے تھے سچائی عزت ہے جھوٹ عجز ہے رازداری امانت ہے۔ حق جوار قربت ہے۔ امداد دوستی ہے۔ عمل تجربہ ہے۔ حسن خلق عبادت ہے۔ خاموشی زینت ہے۔ بخل فقر ہے۔ سخاوت دولتمندی ہے۔ نرمی عقلمندی ہے۔

اعلیٰ سیرت | آپ علم و عمل زہد و تقویٰ۔ جود و سخا شجاعت و فتوت۔ اخلاق و مروت۔ صبر و شکر۔ حلم و حیا وغیرہ صفات کمال میں بوجہ کمال طاق اور مہمان نوازی و غربا پروری و ایصال رحم و انعام فقرا و مساکین میں شہرہ آفاق تھے۔

حضرت انس سے منقول ہے کہ ایک لونڈی آپ کے حضور میں ایک گلدستہ گل ریحان کا لائی آپ نے سونگھا اور اس لونڈی کو آزاد کر دیا فرمایا اے انس کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا۔ یعنی جب دعا دیجاوے تم کسی دعا سے پس دعا دو اس سے اچھی۔

فضائل اخلاق | کان الحسین رضی اللہ عنہ کثیر الصلوٰۃ والصوم والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعا۔ یعنی حضرت حسین بڑے نمازی۔ بڑے روزہ دار بہت حج کرنے والے بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔[۲]

حضرت امام حسنؓ میں اور آپ میں قدرے سوء مزاجی ہوگئی تھی آپ نے امام بزرگ کی خدمت میں عرض پیش کی کہ میں نے آپ کی خوشنودی مزاج کے واسطے سبقت

---

[۱] رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۴۶ [۲] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۲۴۱

کرنی چاہی تھی۔ لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی رنجیدہ کو راضی وخوش کریگا وہ اس سے پہلے بہشتِ بریں میں داخل ہوگا آپ میرے بزرگ ہیں مجھے آپ سے پہلے بہشت میں جانا منظور نہیں آپ میری خوشنودی کو تشریف لاویں۔ پس امام حسن تشریف لائے۔[۱]

عبادت | تمام اخلاقی فضائل میں راس الاخلاق عبادت ہے حضرت حسین علیہ السلام کو تمام عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا۔ نماز کی تعلیم بچپن میں خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کی تھی غالباً اس تعلیم نے یہ ذوق پیدا کردیا تھا کہ شب و روز میں ایک ایک ہزار نوافل پڑھ ڈالتے تھے۔ عربوں میں اولاد کی کثرت بڑے فخر کی چیز تھی اور کم اولاد ہونا باعث عار سمجھا جاتا تھا حضرت حسینؑ کے بہت کم اولادیں تھیں ایک مرتبہ کسی نے جناب زین العابدین سے کہا تمھارے باپ کی اولاد کس قدر کم ہے آپ نے فرمایا اس پر تعجب کیوں ہے وہ رات و دن میں ایک ایک ہزار نمازیں پڑھتے تھے عورتوں سے ملنے کا موقع کہاں ملتا۔"

روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے تمام ارباب سیر آپ کی روزہ داری کی کثرت پر متفق البیان ہیں حج بھی بکثرت ادا کرتے تھے اور اکثر پاپیادہ حج کئے۔ زبیر بن بکار مصعب سے روایت کرتے ہیں کہ حسین علیہ السلام نے پچیس حج پاپیادہ کئے۔

صدقہ وخیرات | مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی ویسے ہی آپ اسکی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حسین علیہ السلام خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے کوئی سائل کبھی آپ کے دروازہ سے ناکام

---

[۱] فضول المہمہ۔

نہ واپس ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا درِ دولت پر پہنچا اُس وقت آپ نماز میں مشغول تھے۔ سائل کی صدا سنکر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے۔ سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے۔ اسی وقت قنبر خادم کو آواز دی۔ قنبر حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے۔ قنبر نے جواب دیا۔ آپ نے دو سو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دئے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کئے گئے ہیں۔ فرمایا اسکو لے آؤ۔ اہلِ بیت سے زیادہ ایک مستحق آگیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت دو سو کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالہ کر دی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے اس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔[۱]

وقار و سکینہ سکینہ اور وقار آپ کا خاص وصف تھا آپکی مجلس وقار اور متانت کا مرقع ہوتی تھی۔ امیر معاویہ نے ایک شخص کو حضرت حسین کی مسجد کا پتہ بتایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل ہو تو وہاں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئیگا۔ اس حلقہ میں لوگ ایسے سکون اور خاموشی سے بیٹھے ہوں گے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ یہ ابو عبداللہ کا حلقہ ہوگا۔

انکسار و تواضع لیکن اس وقار و سکینہ کے باوجود تمکنت و خود پسندی مطلق نہ تھی اسکے برعکس آپ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ ادنیٰ ادنیٰ اشخاص سے بے تکلف ملتے تھے ایک مرتبہ کسی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں کچھ فقرا کھانا کھا رہے تھے حضرت حسین کو دیکھ کر انھیں بھی مدعو کیا۔ ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

۱؎ سیر الصحابہ جلد ششم۔

ایثار و حق پرستی | آپ کی کتاب فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اسکی مثال کے لیے تنہا واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہِ تیغ کر دیا لیکن ظالم حکومت کے مقابلہ میں سپر نہ ڈالی۔

استقلال رائے | حضرت حسن سراپا حلم تھے آپ کے مزاج میں مطلق گرمی نہ تھی بنو ہاشم اور بنو امیہ میں بہت قدیم رقابت تھی لیکن حضرت حسن نے اس رقابت کو بھی دل سے فراموش کر دیا تھا اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اس باب میں حضرت حسین کا حال حضرت حسن سے بالکل مختلف تھا بنی امیہ کے مقابلہ میں آپ کسی دستبرداری اور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے جس پر آپکی تقریریں شاہد ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ جب امام حسن نے خلافت سے دستبرداری کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حسین نے نہایت سختی کے ساتھ مخالفت کی لیکن امام حسن نے انکی مخالفت کے باوجود اپنا ارادہ نہ بدلا اور خلافت سے دستبردار ہو کر دنیا کو بتا دیا کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے سلطنت و حکومت کو بھی ٹھکرا دینا چاہیئے لیکن حضرت حسین کی یہ عصبیت بھی حق پرستی ہی کا نتیجہ تھی اس لئے دونوں بزرگوں کے اوصاف اخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔[1]

ذریعہ معاش | حضرت حسین مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے اور بہت عیش و آرام سے بسر کی حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ جو حضرت عثمان کے زمانہ تک برابر ملتا رہا۔ اس کے بعد حضرت حسن نے خلافت سے دستبرداری کے وقت امیر معاویہ سے ان کے لئے دو لاکھ سالانہ مقرر کرا دیئے

[1] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۲۴۴۔

تھے غرض اس حیثیت سے آپ کی زندگی مطمئن تھی[۱]۔

حلم | ایک روز آپ مہمانوں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ناگہاں آپ کے غلام سے پیالہ گرما گرم شوربہ کا سر مبارک پر گر کر ٹوٹ گیا اور سب شوربا رخسارۂ انور پر پڑ گیا آپ نے تادیباً غصہ کی نگاہ سے غلام کی طرف دیکھا اس نے کہا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ اور کھانے والے ہیں غصہ کے۔ آپ نے فرمایا میں اپنا غصہ کھا گیا اس نے کہا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط اور بخشنے والے ہیں آدمیوں سے آپ نے فرمایا میں نے تجھے بخشدیا۔ اس نے کہا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور دوست رکھتا ہے اللہ احسان کرنے والوں کو۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا اور تیرا سارا خرچ بھی اپنے ذمہ لیا[۲]۔

تحمل | ایک بار آپ معہ چار سو صحابہ کے باہر نکلے راستہ میں ایک اعرابی ملا اس نے پوچھا تم ابو طالب کے پوتے ہو آپ نے فرمایا ہاں تب وہ آپ کے والد ماجد کی شان مبارک میں سخت و سست کہنے لگا۔ ساتھیوں نے چاہا کہ اسکو تنبیہ کریں مگر آپ نے باز رکھا اور اس کے ساتھ نہایت خلق و مہربانی سے پیش آئے کہ وہ نادم ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معذرت سے پیش آیا[۳]۔

سخاوت | ایک روز ایک شخص نے آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں محض درماندہ و شب و روز کی خوراک سے محتاج ہوں جس سے اہل و عیال بھی تکلیف میں ہیں آپ نے اُس کو شفقت سے ٹھہرایا اور اسی وقت پانچ توڑے دیناروں کے امیر معاویہ کے پاس سے آپ کے پاس آئے تھے اُن توڑوں کو اس شخص کو عنایت کئے اور

[۱] سیر الصحابہ جلد ششم صفحہ ۲۴۴ [۲] سبع سنابل [۳] مسالک السالکین جلد اول

معذرت کی کہ میں نے جو تجھے انتظار کی تکلیف دی ہے اُسے معاف کر دے[۱]۔

ایک بار ایک سائل درِ دولت پر حاضر ہوا اور دو شعر حضور میں لکھ بھیجے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو جَو کے برابر بھی قیمت رکھتی ہو صرف ایک آبرو ہے جس کی میں حفاظت و نگہداشت اسوقت تک کرتا رہا اب چونکہ آپ سا مجھکو خریدار مل گیا ہے اس لئے میں اسکو بھی بیچنے آیا ہوں" اسکے بعد تھوڑا ہی توقف ہوا تھا کہ اُس نے جواب نہ پاکر پھر دو اشعار لکھ بھیجے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ "آپ کے درِ دولت پر آنا دلیل اس بات کی ہے کہ کوئی محروم نہیں پھرتا اگر میں محروم پھر گیا تو بھی لوگ مجھ سے سوال کریں گے کہ پایا اگر میں کچھ پایا کہوں گا تو صریح جھوٹ ہوگا۔ اگر کہوں گا کہ آپ ایسے سخی نے مجھے کچھ نہیں دیا تو یہ بات بھی ٹھیک نہوگی" یہ دو اشعار پاتے ہی آپ نے دس ہزار درم اُسکے پاس بھیجدئے اور دو اشعار لکھ بھیجے جنکا ترجمہ یہ ہے۔ "اے سائل تو نے مثل جلد بازوں کے جلدی کی تجھے مرا احسان انعام کے واسطے لایا تھا اگر تو مجھے کچھ فرصت دیتا تو اس قدر تھوڑا نہ ہوتا بس تو اسکو قبول کر اور یہی سمجھ کہ میں نے کوئی سوال نہیں کیا جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ تجھے کچھ نہیں دیا[۲]۔"

حلیہ شریف آپ سینہ تا بقدم بالکل مشابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے آپ کے حسن و جمال کو جو دیکھتا تو آپ کا والہ و شیدا ہو جاتا تھا اور چہرہ مبارک کی چمک دمک ایسی تھی کہ شب تار اور خانہ تاریک میں مثل ستارہ روشن کے چمکتا تھا حضرت انس کہتے ہیں کہ بعد حضرت امام حسن کے آپ سب سے زیادہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہ تھے۔

[۱] کشف المحجوب [۲] مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۱۹۹

ازواج طاہرات

(۱) لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ ثقفی۔ان سے علی اکبر تھے۔

(۲) رباب بنت امرأالقیس مادر حضرت سکینہ و عبداللہ۔مکہ معظمہ سے ہمراہ امام حسین کربلا اور وہاں سے قید کر کے شام گئیں پھر شام سے مدینہ واپس آئیں واقعہ کربلا کے ایک سال بعد ان کا انتقال ہوا۔

(۳) شہر بانو (غزالہ) دختر یزدجرد نبیرۂ نوشیرواں عادل شاہ ایران جن کے بطن سے امام زین العابدین اور حضرت علی اصغر پیدا ہوئے۔

(۴) ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ التیمیہ۔

(۵) قضاعیہ۔

اولاد امجاد

حضرت علی اکبر والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ تھیں۔

حضرت عبداللہ کی والدہ رباب بنت امرأالقیس عدی الکلبیہ تھیں۔

حضرت علی اصغر بطن حضرت شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ ایران سے تھے۔

حضرت امام زین العابدین کی والدہ بھی حضرت شہر بانو تھیں[۱]۔نام علی اور کنیت ابو محمد لقب سجاد و زین العابدین تھا۔۵ شعبان ۳۸ھ روز پنجشنبہ کو پیدا ہوئے امام مالک کہتے ہیں کہ آپ اہل فضل میں سے تھے آپ بڑے عابد۔زاہد۔متقی۔متورع۔خاشع و خاضع تھے۔دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے[۲]۔آپ راتوں کو آٹے

---

[۱] ابن خلکان صفحہ ۷۸۲۔ [۲] صواعق محرقہ۔

اور روٹیوں کا بورا پشت پر لیکر خیرات بانٹا کرتے تھے۔ ۱۸ محرم ۹۴ھ کو وفات ہوئی۔

فاطمہ جناب فاطمہ کی والدہ ام الحق بنت طلحہ بن عبداللہ التیمیہ تھیں ان کا عقد حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن سے ہوا اور ان سے عبیداللہ اور حسن مثلث تھے حسن مثنیٰ کے وصال کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا یہ بی بی صاحبہ بڑی عاقلہ اور فاضلہ تھیں انہوں نے اپنے والد ماجد اور دوسروں سے بھی حدیث روایت کی ہے اور ان سے گروہ تابعین اور تبع تابعین نے اور ان سے ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے حدیث لی ہے۔ ۱۱۰ھ کو وفات ہوئی۔

زینب جناب زینب کا حال نہ مل سکا شاید کم عمری میں وصال ہوا ہو۔

حضرت سکینہ جناب سکینہ کی والدہ رباب بنت امرالقیس تھیں جناب سکینہ کو جناب امام حسین بہت چاہتے تھے اور یہ بھی ان کے گلے کا ہار تھیں ان کی والدہ مکرمہ سے بھی بہت انس تھا حضرت سکینہ کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر سے ہوا تھا۔ جب وہ عبدالملک بن مروان کی لڑائی میں قتل ہوئے تو آپ عبداللہ بن عمر بن حکیم بن حزام کے نکاح میں آئیں پھر اُن کی وفات پر عبدالعزیز بن مروان نے آپ سے نکاح کیا اور طلاق دیدی بعدہٗ زید بن عمر بن عثمان ذوالنورین نے آپ سے نکاح کیا۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

تمام شد

زاہد بشیر پرنٹرز لاہور